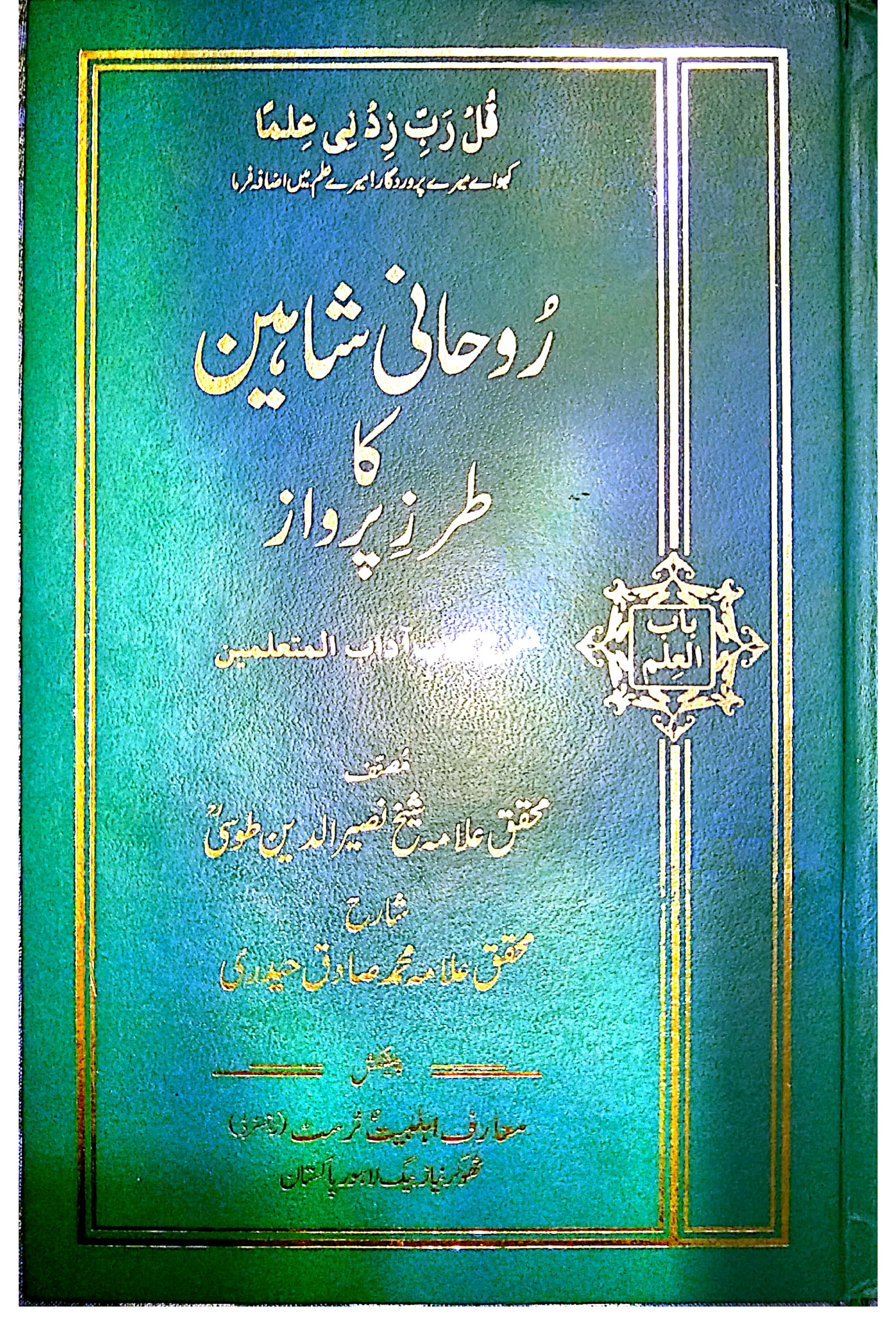

قُلْ رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا
کہو اے میرے پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما
رُوحانی شاہین
کا
طرزِ پرواز
آداب المتعلمین
باب العِلم
مصنف
محقق علامہ شیخ نصیر الدین طوسیؒ
شارح
محقق علامہ محمد صادق حیدری
پیشکش
معارف اہلبیتؑ ٹرسٹ
ٹھوکر نیاز بیگ لاہور پاکستان



ان القلب حرم اللّٰه فلاتسکن حرم اللّٰه غیر اللّٰه

دل اللہ کا حرم ہے پس تم اللہ کے حرم میں غیر اللہ کو نہ بساؤ (امام صادق علیہ السلام بحار الانوار جلد ۷ ص ۲۵)

جوّعوابطونکم وعطّشواکبادکم والبسوا

جلباب الحُزن لعلّکم ترون اللّٰه بقلوبکم

اپنے پیٹوں کو بھوک اور اپنے جگروں کو پیاس دو اور غم واندوہ کا لباس پہنو کہ شاید

تم اپنے دلوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکو (حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): کتاب نشان از بی نشانہا:

فاینما تولّوا فثمّ وجه اللّٰه (سورہ بقرہ آیت: ۱۱۵)

جس طرف رُخ بدلو اُدھر خُدا ہے

عنت الوجوه الی الحیّ القیّوم (سورہ طٰہٰ آیت: ۱۱۱)

تمام کائنات کے چہروں کا رُخ اُس ذات کی طرف

مُڑا ہوا ہے جو زندہ و پائندہ اور قیوم ہے

قل ربّ زدنی علما

کہو اے میرے پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما

رُوحانی شاہین

کا

طرزِ پرواز

شرح کتاب آداب المتعلمین

مصنّف

محقّق علامہ شیخ نصیر الدین طوسیؒ

شارح

محقق علامہ محمد صادق حیدری

زیرِ نگرانی: معارف اہلبیت علیہم السلام ٹرسٹ (رجسٹرڈ) ٹھوکر نیاز بیگ لاہور (پاکستان)

انتساب

محبانِ اہلبیت علیہم السلام خصوصاً نوجوانان اور طلاب مدارس دینیہ کے نام اس کتاب کو منسوب کرتا ہوں تاکہ اس کتاب ''روحانی شاہین کا طرز پرواز'' پر عمل کرتے ہوئے خود میں امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی حزب اللہ میں شامل ہونے کی اہلیت پیدا کریں،

والسلام علیٰ من التبع الهدیٰ(شارح)

الفقرالمحض الی الغنی المطلق

محمد صادق حیدری

فہرست

مقدمه

☆ بسم الله الرحمن الرحیم☆

:الحمد لله رب العالمین رب السمٰوٰ ت والارض والصلاة والسلام علی جمیع الانبیآء علیہم السلام والمرسلین لا سیما ابی القاسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الذی امران یسئل الله بالصیغة المبارکة : ربّ زدنی علماً (سورہ طٰہٰ: آیت ۱۱۴): وآله الذین جآء فی الکتاب فی شآنهم :

:فاسئلو ااهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (سورہ نحل: آیت ۴۳)

: نعوذ بالله من شرورانفسنا وسیئات اعمالنا:

تمام حمد وثناء ہے اس ذات کے لئے جس کی ذات پر بہترین دلیل خُود اس کی ذات ہے اور ممکن موجودات میں سے انسان کی تخلیق بہترین آیات میں سے اس کی ایک آیت ہے اور نفس ناطقہ جس پر انسانی ماہیت وحقیقت کا اطلاق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پر قرآن کی رو سے بہترین دلیل ہے کہ ارشاد ہوتا ہے:

:سنریهم آیا تنا فی الآ فاق وفی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق:(سورہ فصلت: آیت ۵۳)

''ہم ان کو عنقریب اپنی آفاقی اور نفسی (روحانی) نشانیاں بھی دکھائیں گے تا کہ ان پر روشن ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہی حق اور ثابت ہے''

جب کہ انسان بے شمار قوتوں کا اپنے وجود میں حامل ہے:

:ومایعلم جنود ربك الاهو:(سورہ سجدہ: آیت ۵۳)

"تیرے پروردگار کے لشکر کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ خود جانتا ہے"

لیکن مشہور اور بڑی چار قوتیں ہیں جن میں صرف عقل ایک انسانی قوت اور اس کا خاصہ ہے باقی تین یعنی قوتِ غضبیہ، شہویہ اور وہمیہ حیوانی قوتوں میں سے شمار ہوتی ہیں، فرد انسان کا اطلاقِ حقیقی اس پر خود اس وقت ہوتا ہے جب عقل تین حیوانی قوتوں پر غالب ہو، ورنہ مصداق انسان ظاہری اور باطنی لحاظ سے، ان تین قوتوں میں سے جو بھی اس پر غالب قوت ہوگی اسی کا فرد شمار کیا جائے گا، لیکن انہی چار قوتوں کی تقسیم جو عقل نظری اور عقل عملی کے لحاظ سے کی گئی ہے اس میں عقل نظری کے دو شعبے ہیں جن کی تکمیل اسی عقلی قوت سے ہوتی ہے،

پہلا شعبہ:

عقل نظری ہے، اسی شعبہ کی وجہ سے انسان علم (یا علمی کلّی صورتوں) کو حاصل کرتا ہے، وہ موجودات جن کا وجود ہماری قدرت میں نہیں ہے ان موجودات کی حقیقتوں کا عین واقع کے مطابق علم حاصل کرنے یا ان کی جزوی آشنائی کو حکمت نظری کہتے ہیں،

دوسرا شعبہ:

وہ موجودات ہیں جن کا وجود ہمارے اختیار اور قدرت میں ہے ان

موجودات کے متعلق جو علم حاصل کیا جاتا ہے اسے حکمت عملی کہتے ہیں، بہر حال یہ دونوں شعبے قوتِ عقل سے تعلق رکھتے ہیں جن کی تکمیل اشد ضروری ہے پھر اسی حکمت عقلی، نظری اور عملی کا آغاز وانجام یعنی ابتدائی اور انتہائی مرتبہ ہے جس میں تمام موجودات کے حقائق کا بطور کلی احاطہ کرنا اور کلی ادراک کے ذریعے لامحدود جزئیات سے آشنائی حاصل کرنا ہوتا ہے یہ علم کا اوّل اور عام مرتبہ ہے اس مرتبہ کا انتہائی کمال خود حقیقی مطلوب ومعشوق ہے جو کہ تمام موجودات کی غرض وغایت ہے! ہم نے اس کی معرفت حاصل کرتے ہوئے توحید کے بلند مقام کو حاصل کرنا ہے اور شیطانی وسواس سے قلب انسانی کو طاہر وپاک اور اس کی معرفت سے دل کو روشن اور نورانی کرنا ہے، قوتِ نظری کے ان دو شعبوں کی طرح قوتِ عملی خود دو شعبوں میں تقسیم ہوتی ہے: پہلا شعبہ قوتِ غضبیہ ہے جس کے ذریعے انسان نامناسب اور ناملائم چیزوں سے اپنا دفاع کرتا ہے، دوسرا شعبہ قوتِ شہویہ ہے جس کے ذریعے انسان ملائم اور مناسب چیزوں کو چاہتا ہے، قوتِ عملی کا کمال رذائل اخلاقی سے نجات اور فضائل اخلاقی سے خود کو آراستہ کرنے میں ہے پھر اس مرتبہ سے ترقی کرتے ہوئے اپنے ضمیر اور باطن کی تطہیر کے مقام سے گزر کر غیر اللہ سے خلوت وتنہائی اختیار کر کے خود حق تعالیٰ کی محبت وعشق میں اپنے آپ کو مست ومحو کرنے میں انسانی کمال کی انتہاء ہے، بطور خلاصہ قوتِ عاقلہ کو مہذب کرنے کے نتیجہ میں انسان کو علم

حاصل ہوتا ہے! علم کی تحصیل وتہذیب کے دوام کا نتیجہ حکمت کے حاصل ہونے کی صورت میں ہے، وہ حکمت دونوں حکمتوں یعنی نظری اور عملی کو شامل ہوتی ہے، اسی طرح قوتِ عاملہ کے مہذب ہونے سے عدالت کا مقام حاصل ہوتا ہے، لیکن یہ عدالت قوتِ عاملہ کے لئے اسی صورت میں حاصل ہوگی جب یہ قوتِ عاملہ ہر لحاظ سے قوتِ عاقلہ کے تابع ہو اور اس کی پیروی کرے ورنہ گندم سے جَو کے شگوفے کا نمودار ہونا محال آشکار ہے!!

:قال رسول اللہ ﷺ: العلم امام العمل والعمل تابعه:

(حق الیقین: ص۵: بحار: جلد اوّل: صفحہ ۱۷۱: حدیث ۲۴: ولئالی الطوسی)

''علم عمل کا پیشوا ہے اور عمل اس کا پیروکار ہے''

علم وعمل ایسے دو جوہر ہیں جن پر انسان کی حقیقت کا دار و مدار ہے ان دونوں کے نفسِ انسانی سے تعلق کی مثال دیوار اور پتھر، چونا اور مٹی کے آپس میں تعلق اور رابطہ کی طرح ہے! دیوار وہی اینٹ، کیچڑ اور چونا وغیرہ ہے اور یہ مصالح وہی دیوار ہے صرف ترتیب کا اضافہ ہے، اسی طرح گویا کہ انسان وہی علم وعمل ہے اور علم وعمل وہی انسان ہے یا وہی نفس ناطقہ ہے کیونکہ علم وعمل سے نفسِ انسانی نشوونما پاتا ہے! علم وعمل خود نفسِ انسانی کی غذا ہے اگر علیحدہ ہر ایک کا تجزیہ کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ علم روحِ انسانی کی غذا ہے اور عملِ انسانی خود بدنِ آخرت کی غذا ہے،

:الیه یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه: (سورہ فاطر: آیت ۱۱)

''اسی کی طرف عقائد حقیقی عروج کرتے ہیں، جب کہ اچھے اعمال ان کو مزید ارتقاء اور پروان چڑھاتے ہیں''

کلمہ طیب سے مراد وہ روحِ انسانی ہے جس کی بنیاد صحیح عقائد پر موقوف ہو اور عمل صالح سے مراد خود علوم اور معارفِ عقلیہ کا عملی پہلو ہے یہی عمل صالح روحِ انسانی (کلمہ طیب) کو بلند کرتا ہے اور دارِ نعیم اور جوار اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت دلاتے ہوئے اس کو ترقی دیتا ہے، روح، علم اور بدنِ اُخروی اور عمل کی اس حیثیت سے کہ علم وعمل خود روح اور بدن کی غذا ہیں ان دونوں میں سنخیت اور تناسب کی وجہ سے ضروری ہے کہ غذا اور مغتذی (کھانے والے) کے درمیان مناسبت ہو، **فتامل النکته!** بحث مقدمہ کے طولانی ہونے سے پہلوتہی کرتے ہوئے خود بندہ اپنے معروضات کو سمیٹتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ حقیر نے آداب المتعلمین جو کہ ایک مشہور اور مؤثق کتاب ہے اور جس کی نسبت علامہ نصیر الدین طوسیؒ کی طرف دی جاتی ہے، ترجمہ اور شرح کی ہے، جہاں تک قدرت اور وقت نے اجازت دی حتی الامکان ترجمہ اور مفہوم کتاب کو دُرست قلم بند کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن باوجود اس ناچیز سعی کے اگر کوئی خطا اور لغزش قارئین حضرات کو محسوس ہو تو اسے سہو ونسیان پر حمل کرتے ہوئے مزید اطلاع دیں تاکہ جدید ایڈیشن میں تصحیح کی جا سکے، رب

العالمین سے دُعا گو ہوں کہ وہ اس ناقص محنت سے خود بندہ اور آپ طلاب حق کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے،

والسلام علٰی من اتّبع الھدیٰ:

العبد الحقیر

محمد صادق حیدری

تاریخ تجدید نظر ثالث

2011/04/27

کتاب آداب المتعلمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمد اللّٰه على آلائه، ونشكره علىٰ نعمائه، والصلاة والسلام علىٰ سيّد الانبيائه وخير الاوصيائه ، امابعد: فكثير من طلاب العلم لايتيسّرلهم التحصيل وان اجتهدوا، ولا ينتفعوا عن ثمراتهِ وان اشتغلوا لأنّهم أخطأوا طريقه، وتركوا اشرائطه، وكلّ من أخطأ الطريق ضلّ فلاينال المقصود. أردتُ أن أُبيّن طريق التّعلّم على سبيل الا ختصار على مارأيت فى الكتب وسمعت من أساتيذى أُولي العلم والله الموفّق والمعين ، فأُبيّن المقصود فى فصول شتّى:

ترجمہ: ''اکثر طالب علم ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو باوجود اس کے کہ انھوں نے کوشش کی، علم جیسی نعمت میسر نہ ہوئی یا علم میں مشغول رہے اور ایک حد تک کامیاب ہوئے لیکن علم کے ثمرات سے صحیح طریقے سے استفادہ نہ کر سکے، ایسے کیوں ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے علم کے راستہ پر چلنے میں خطاء کی اور اس کی شرائط کو ترک کیا اور جو بھی راستہ اختیار کرنے میں خطاء کرتا ہے وہ گمراہ ہوجاتا ہے اور بطور نتیجہ اپنے مقصود و مطلوب کو نہیں پہنچ پاتا! میں چاہتا ہوں کہ تعلیم کے طور طریقے کو واضح کروں لیکن بطور اختصار جو کچھ میں نے کتابوں میں دیکھا ہے یا اپنے ایسے اساتذہ سے سنا جو کہ صاحب علم تھے بیان کرتا ہوں، اللہ جل جلالہ کی توفیق اور مدد سے اپنے مقصود کو مختلف فصلوں میں واضح کرتا ہوں''

تبصرہ

اگر تحقیقی نظر سے دیکھا جائے تو ہر طالب علم کو احساس ہوجاتا اور ہو جائے گا کہ اس کے علم حاصل کرنے کی ناکامی کے کیا اسباب ہیں؟! ہم سب دیکھتے ہیں کہ شروع اور ابتدائی دور میں کس قدر طلباء علمی مراکز، مدارس و حوزہ علمیہ میں تشریف لاتے ہیں لیکن ان میں سے قلیل تعداد میں علم جیسی نعمت سے سرفراز ہوتے ہیں حالانکہ وہ اتنی قلیل تعداد میں ہوتے ہیں کہ پھر وہ حضرات بھی صرف انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں جن میں تقویٰ، طہارتِ روح اور عرفان

حقیقی پایا جاتا ہے باوجود اس کے تقریباً ۹۰ فی صد لوگ باصلاحیت اور ذہین ہوتے ہیں، لیکن اکثر حضرات تعلیم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں ناکام ہو جاتے ہیں، ایک طرف یہ صلاحیت اور دوسری طرف مقام علم کی اہمیت کو اُجاگر کرنے میں حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کو خطاب ہوتا ہے: **قل ربّ زدنی علماً**:(سورہ طہٰ: آیت ۱۱۴)

''کہو! اے خدا میرے علم میں اضافہ فرما'' یا

: هل يستوى الذين يعلمون والذين لايعلمون:(سورہ زمر: آیت ۹)

''کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں''

کیا اس کے بعد بھی حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے علم جیسے فیض الٰہی میں رکاوٹ کا تصور ہو سکتا ہے؟ بلکہ اس کا دروازہ انعام واکرام کے لئے ہمیشہ کھلا ہے لیکن ہم دامن طلبگی پھیلانے میں کوتاہی کرتے ہیں! اگر انسان کا بدن سالم ہو اور غذا بھی حاضر ہو تو بھوکا ضرور اس غذا سے استفادہ کرے گا لیکن اگر بدن سالم اور غذا حاضر ہونے کے باوجود کسی کو استفادہ حاصل نہیں ہوا تو ضرور کوئی رکاوٹ ہے اگر اور کوئی رکاوٹ بھی نہیں تو حتمی طور پر معدہ میں کوئی بیماری ہے جس کا معالجہ ہونا چاہئے! اسی طرح روح کی غذا علم وعمل ہے اگر روح سالم ہے اور حوزہ علمیہ یا کسی علمی مرکز میں بھی موجود ہے تو بھی علم جیسی نعمت سے خاطر خواہ استفادہ نہیں ہو رہا! تو علمی طور پر کوئی معنوی رکاوٹ ہے اگر رکاوٹ

خارجی نہیں تو لابد روح کا علاج ہونا چاہئے یا دوسرے لفظوں میں عرض کیا جائے کہ روحانی غذا سے استفادہ کرنے کا مقتضی موجود اور نہ ہی مانع مفقود ہے ورنہ یہ بدنصیبی اور محرومیت کجا؟ (کہاں) عزیز واقارب کا سایہ نہ ہونا یا دُنیا کے مادی وروحانی مسائل خود علم کی راہ میں مانع (حائل) نہیں ہو سکتے! پھر اگر کہیں مسائل بھی ہوں تو:

:امن يجيب المضطر اذا دعاه ويكشف السوء:(سورہ نمل: آیت ۶۲)

''مضطر اور پریشان حال جس وقت وہ ذات حق تعالیٰ کو پکارتا ہے تو کون اس کا جواب دیتا ہے؟ اور مصیبت وسختی کو رفع کرتا ہے؟'' یا

:ادعونى استجب لكم :(سورہ مؤمن: آیت ۶۰)

''مجھے پکارو میں آپ کی حاجت روائی کروں''

دامن رحمت میں کب اور کہاں گنجائش کی کمی واقع ہوئی؟ اگر بالفرض علمی مقام یا اجتہاد کی صلاحیت بھی حاصل ہوگئی لیکن عبادت کی لذت سے محروم، اکثر اوقات غفلت میں اور سحر خیزی کی سعادت سے بے نصیبی، قوتِ غضبیہ، شہویہ اور وہمیہ کا قیدی یا اسی طرح شخصی اور اجتماعی وظیفہ وذمہ داری سے تُو اگر غافل اور جاہل ہے تو راہ زُہد وتقویٰ اختیار کر!:

:من يتق الله يجعل له مخرجا:(سورہ الطلاق: آیت ۲)

''جس نے راہ تقویٰ اختیار کیا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نجات کی راہ نکال دیتا

ہے"

:یا ایها الذین آمنو ا ان تتقواللہ یجعل لکم فر قانا:

"اے ایمان والو! اگر تم نے تقویٰ اختیار کیا تو اللہ تم میں حق اور باطل کو پہچاننے کی صلاحیت پیدا کردے گا" (سورہ انفال: آیت ۲۹)

ایسی یقین دہانیوں پر اعتماد کیا؟ حضرت حق تعالیٰ اور اس کے اسماء حسنیٰ کا دامن چھوڑ کر ان کے غیروں سے پناہ جیسی ذلت کو ہم اختیار کریں؟ برادران طلاب محترم وعزیز آیئے محمد وآل محمد ﷺ کی سیرت وکردار کی روشنی میں عملی مقام کو حاصل کرنے کی شرائط کو ابواب وفصول کی صورت میں مطالعہ کریں تا کہ علم کی بارش سے ہمارے روحانی صحرا سرسبز وشاداب ہو جائیں!!!

الفصل الاوّل

فی حقیقة العلم وما هیته و فضیلتهٖ

:اعلم أنّه قال رسول الله ﷺ:(طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة)، والمراد من العلم هنا، علم الحال أی العلم المحتاج الیه فی الحال الموصل الی النفع فی المآل کما یقال: (أفضل العلم علم الحال، وأفضل العمل حفظ المآل)، فیفر ض علی الطالب، ما یصلح حاله،

:وشرف العلم لایخفی علی أحد اذ العلم هومختصّ بالانسان لأنّ جمیع الخصال سوی العلم یشترك فیها الانسان وسائر الحیوانات کالشجاعة والقوّة والشفقة وغیر ذلك، وبه أظهر الله تعالیٰ فضل آدمؑ علی الملائکة وأمر هم بالسجود له، و أیضاً هو وسیلة الی السعادة الأبدیّة ان وقع العمل علی مقتضاه، فالعلم الذی یفرض علی المکلّف بعینهٖ یجب تحصیله و یجبر علیه ان لم یحصّل!

: والّذی یکون الا حتیاج به فی الأحیان فر ض علی سبیل الکفایة واذا قام به البعض سقط عن الباقی، وان لم یکن فی البلد من یقوم به، اشترکوا جمیعاً فی تحصیله بالو جوب،

وقیل: بأنّ علم ما ینفع علی نفسه فی جمیع الأحوال بمنزلة الطعام لا بدلكلّ أحد من ذلك ، وعلم ما ینفع فی الأحانین بمنزلة الدواء یحتاج الیه فی بعض الأوقات ، وعلم النّجوم بمنزلة المرض فتعلّمه حرام لأنّه یضرّو لا ینفع الّا قدر ما یعرف به القبلة وأوقات الصّلاة وغیر ذلك فانّه لیس بحرام !

فأمّا تفسیر العلم فانّه صفة ینجلی بها لمن قامت هی به المذكور ، فینبغی للطالب أن لا یغفل عن نفسه وما ینفعها وما یضرّ ها فی أوّلها وآخر ها فیستجلب بما ینفعها و یتجنّب عمّا یضرّ ها لئلّا یكون عقله وعلمه حجّة علیه فیزداد عقوبة:

پہلی فصل

علم کی حقیقت و ماہیت اور فضیلت میں

ترجمہ: ’’تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے، پھر علم سے مراد وہ علم ہے جس کی حال میں ضرورت ہو اور جو پر امن زندگی کے نفع تک پہنچا دے، جس طرح کہ کہا گیا ہے: بہترین علم وہ ہے جو حال کے تقاضا کے مطابق ہو اور بہترین عمل وہ ہے جو پرسکون زندگی (دنیاوی یا اخروی) کی حفاظت کرے، پھر طالب علم پر وہ علم واجب کیا گیا ہے جو اس کے حال کی اصلاح کرے، علم کی شرافت کسی

سے پوشیدہ نہیں کیونکہ علم انسان کا خاصہ ہے علم کے علاوہ دیگر تمام صفات میں حیوانات بھی انسان کے ساتھ شریک ہیں مثلاً جرأت و شجاعت، قوت، شفقت وغیرہ میں انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں ہے! اسی علم کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر فضیلت ظاہر کی گئی اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا اور یہی علم خود سعادت ابدی کا ذریعہ ہے بشرطیکہ اس علم کے تقاضا کے مطابق عمل کیا جائے، وہ علم جو مکلّف پر واجب عینی ہے اس کا حاصل کرنا واجب ہے اگر وہ اسے حاصل نہ کرے تو اس پر سختی کی جائے! اور وہ علم جس کی وقتاً فوقتاً ضرورت پڑتی ہے وہ علم واجب کفائی ہے، اگر شہر میں اس علم کو کوئی بھی حاصل نہ کرے تو تمام اشخاص پر وہ علم واجب ہو جاتا ہے اگر بعض لوگ اس علم کو حاصل کر لیں تو دوسروں سے اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے، کہا گیا ہے کہ وہ علم جو تمام اوقات میں انسان کو نفع دے وہ علم خود مثل طعام ہے جس طرح کھانے پینے کی ہر وقت ہر کسی کو ضرورت پڑتی ہے اور جس طرح کھانا مہیا کرنا خود ضروری ہے اسی طرح اس علم کی مثال ہے جس کی ہمیشہ ضرورت پڑتی ہے اور وہ علم جو بعض اوقات میں نفع دے تو اس علم کی مثال دوا کی ہے کہ بعض موارد میں وہ استعمال کی جاتی ہے! علم نجوم بیماری کی حیثیت رکھتا ہے اس کا سیکھنا حرام ہے!! کیونکہ اس کا نقصان زیادہ ہے، ہاں اتنا حاصل کیا جا سکتا ہے جس سے قبلہ اور نماز کے اوقات وغیرہ معلوم کئے جا سکیں تو

اتنی مقدار حرام نہیں ہے، رہی علم کی تعریف تو یوں علم کی تعریف کی جاتی ہے:

''علم ایک ایسی صفت ہے جس شخص کو بھی یہ علم حاصل ہو جائے تو وہ نورانی ہو جاتا ہے بس طالب علم کو چاہئے کہ اپنے نفس سے غافل نہ ہو اور نہ ہی ان چیزوں سے غافل ہو جو اسے نفع یا نقصان دیں، وہ ابتدائی اور انتہائی حالات سے آگاہ رہے! جو اُمور مفید ہوں اُنھیں پالے اور جو نقصان دہ ہوں اُن سے کنارہ کشی اختیار کرے، تاکہ اس کا علم و عمل اور عقل اس کے خلاف گواہی نہ دیں! جس سے اس کی عاقبت بدتر ہو جائے!!

تبصرہ

علم کی فضیلت میں رسول اکرم ﷺ اور اہل بیت علیہم السلام سے بہت زیادہ روایتیں بیان ہوئی ہیں چند ایک کو تحریر کیا جاتا ہے لیکن علم کی نقلی فضیلت سے پہلے عقلی فضیلت کو بطور اختصار پیش کرتا ہوں،

عقلی فضیلت:

خود معقولات (محسوسات کا مقابل) موجود اور معدوم کی طرف تقسیم ہوتے ہیں، ظاہری سی بات ہے کہ موجود شئی کو معدوم شئی (جو وجود نہ رکھتا ہو) پر فوقیت ہے پھر موجود کو اگر تقسیم کیا جائے تو موجود یا جمادات (جس میں بڑھنے کی صلاحیت نہ ہو مثل پتھر یا لوہا وغیرہ) میں سے ہوگا یا نباتات اور نامی (مثل

پودے درخت وغیرہ) میں سے ہوگا پھر اس میں شک نہیں کہ نباتات خود جمادات سے اشرف ہیں اگر نباتات کو تقسیم کیا جائے تو نباتات اور نامی یا حساس اور ارادہ سے حرکت کرنے والے ہونگے یا حساس نہیں ہونگے، ضروری ہے کہ حساس کو غیر حساس پر فضیلت ہوتی ہے! ایسے ہی خود حساس یا تو عقل رکھتا ہوگا یا عقل سے محروم ہوگا! تو یہ ڈھکی چھپی بات نہیں کہ عاقل جو کہ انسان پر صادق آتا ہے خود غیر عاقل یعنی حیوانات سے اشرف ہے پھر اگر عاقل کی تقسیم کی جائے تو عاقل یا تو عالم ہوگا یا جاہل، بس اس سے انکار نہیں کہ عالم جاہل سے اشرف ہے! نتیجہ کے طور پر خود عالِم، خود تمام معقولات میں سے اشرف ترین معقول ہے،

علم کی نقلی فضیلت میں سب سے پہلے آیت جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی وہ یہ تھی:

:اقراء باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربك الاكرم الذی علم بالقلم علّم الانسان مالم یعلم :(سورہ علق: آیت ۵)

''اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب کو خود ایجاد و تخلیق جیسی نعمت کے ذکر سے شروع کیا اس کے بعد اگر علم سے زیادہ کوئی نعمت سزاوار ہوتی تو علم کی جگہ اسے بیان کیا جاتا! بعض نے کہا ہے: اوّل آیت خود انسان کے بدن کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کرنے اور آخری آیت کا حصہ خود انسان جس کو نہیں جانتا اس

کی تعلیم پر شامل ہونے کا اشارہ خود اس بات پر دلیل ہے کہ انسان کا ابتدائی جسمی اور بدنی حال کس خست اور پستی پر اور آخری حال یعنی انسان کا عالم ہو جانا کس قدر بلند مرتبہ و مقام کو شامل ہے کہ وہ ملائکہ سے بھی افضل ہو جاتا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیری بدنی اور جسمی وجودی ابتداء کیسی گھٹیا اور تیری دوسری حالت کیا ہی اعلیٰ اور اشرف ہے!

:الذی خلق سبع سماوات ومن الارض مثلهن يتنزّل الأمر بينهن لتعلموا: (سورہ الطلاق: آیت ۱۲)

"وہ اللہ ہے جس نے سات آسمانوں اور ایسے ہی سات زمینوں کو خلق کیا ان کے درمیان اس کی روحانی موجودات نازل ہوتی ہیں تا کہ تم لوگ اس کا علم حاصل کرو اور جانو":

: من يؤتى الحكمة فقد اوتى خير ا كثير اً: (سورہ بقرہ: آیت ۲۶۹)

"جسے حکمت نصیب ہوئی اسے اکثر کمال وسعادت نصیب ہوئی":

اور حکمت کی تفسیر علم کے معنی کی طرف بازگشت کرتی ہے،

:هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون انما يتذكّر اولى الالباب: (سورہ زمر: آیت ۹)

"کیا عالم اور جاہل لوگ برابر ہیں؟ اس سے تو صرف عقل مند لوگ ہی نصیحت وعبرت حاصل کرتے ہیں":

:انما يخشى الله من عباده العلمآء: (سورہ فاطر: آیت ۲۸)

"صرف حقیقی علماء ہی اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں":

:شهد الله انه لا اله الا هو والملئكة و اولوا العلم:

"اللہ تعالیٰ اور فرشتے اور عالم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں" (سورہ آل عمران: آیت ۱۸)

:وما يعلم تاويله الا الله والراسخون فى العلم:

"قرآن کی تاویل کوئی نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ اور وہ لوگ جو علم میں انتہائی مقام ومرتبہ پر راسخ اور فائز ہیں": (سورہ آل عمران: آیت ۷)

:قل كفٰى بِالله شهيدا بينى وبينكم ومن عنده علم الكتاب:

(سورہ رعد: آیت ۴۳)

"اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دو کہ میرے اور آپ کے درمیان اللہ تعالیٰ اور جس شخص کے پاس کتاب الٰہی کا علم ہے خود گواہ کے طور پر کافی ہیں":

:يرفع الله الذين امنوامنكم والذين اولوا العلم درجات:

"آپ میں سے جو لوگ ایمان لائے اور وہ لوگ جنہوں نے علم حاصل کیا تو اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرتا ہے": (سورہ مجادلہ: آیت ۱۱)

:بل هو آيات بينات فى صدور الذين اوتوا العلم: (سورہ عنکبوت: آیت ۴۹)

"وہ (قرآن) واضح نشانیاں ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جو صاحب علم ہیں":

وتلك الامثال نضربها للناس وما يعقلها الا العالمون:

"وہ ایسی مثالیں ہیں جن کو ہم لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ان کو صرف حقیقی علماء لوگ ہی سمجھتے ہیں": (سورہ عنکبوت: آیت ۴۹)

قل رب زدنی علماً: (سورہ طہٰ: آیت ۱۱۴)

"کہہ دو: اے رسول ﷺ! اے میرے پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما!"

جب کہ رسول اکرم ﷺ انتہائی علمی مقام پر فائز تھے بلکہ خود علم تھے پھر یہاں آنحضرت ﷺ کی طرف سے علم کے مقام کی ترغیب دلائی جا رہی ہے! اس کے علاوہ ایسی احادیث جو علم کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں عرض کی جاتی ہیں:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام: قال، قال رسول اللہ ﷺ: من سلك طريقا يطلب فيه علما سلك الله به طريقا الى الجنّة وانّ الملئكة تضع أجنحتها لطالب العلم رضى به وانه يستغفر لطالب العلم من فى السمٰوات ومن فى الارض حتى الحوت فى البحر و فضل العالم على العابد كفضل القمر على سائر النجوم ليلة البدروان العلماء ورثة الانبياء ان الا انبياء لم يو رثوادينا را و لا درهما ولكن ورثوا العلم فمن اخذ منه اخذ بحظ وافر:

(اصول کافی: جلد اوّل: باب العلم: ثواب العالم: بحار: جلد اوّل: صفحہ ۱۶۴: حدیث ۲)

"حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایسا سفر کرے جس میں علم حاصل کرنے کی تلاش ہو تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کی راہنمائی کرتا ہے اور فرشتے طالب علم کے لئے اپنے پَر بچھاتے ہیں اس حال میں کہ وہ اس علم سے راضی ہے! طالب علم کے لئے زمین و آسمان میں جو بھی موجودات ہیں یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں بھی استغفار کرتی ہیں عالم کی دوسرے بندوں پر ایسے فضیلت ہے جیسے چودھویں کی رات چاند کو ستاروں پر فوقیت حاصل ہوتی ہے علماء ربانی انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں انبیاء علیہم السلام دینار و درہم کے وارث نہیں بناتے بلکہ وہ علم کے وارث بناتے ہیں بس جس نے علم میں سے کچھ حاصل کرلیا اسے بہت کچھ مل گیا":

قال امير المؤمنين على بن ابى طالب عليهم السلام: تعلموا العلم فان تعلمه حسنة ومدارسته تسبيح والبحث عنه جهاد وتعليمه من لا يعلمه صدقة وهو عند اللّٰه لا هله قربة لا نه معالم الحلال والحرام وسالك بطالبه سبيل الجنة وهو انيس فى الوحشة وصاحب فى الوحدة وسلاح على الاعداء وزين الا خلاء يرفع اللّٰه به اقواما يجعلهم فى الخير ائمة يقتدى بهم وترفع اعمالهم وتقتبس اثار هم وترغب الملئكة فى خلتهم تمسحونهم اجنحتهم

فی صلاتهم لا ن العلم حياة القلوب من الجهل ونور الا بصار من العمى وقوة الا بدان من الضعف ينزل الله حامله منازل الا برار يضعه مجالسة الا خيار فى الدنيا والا خرة وبا لعلم يوصل الارحام وبه يعرف الحلال والحرام والعلم امام العقل والعقل تابعه يلهمه السعداء ويحرمه الا شقياء:

(معالم الدین)مثلہ: بحار: جلداوّل: صفحہ۱۶۶: حدیث۶:

''حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: علم سیکھو علم کا سیکھنا نیکی وعبادت ہے اور اس کا مباحثہ تسبیح پڑھنا ہے، اس کی تحقیق کرنا جہاد ہے، اَن پڑھ کو تعلیم دینا صدقہ ہے، علم اس کے اہل کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والا ہے کیونکہ علم کے ذریعے حلال حرام معلوم ہوتا ہے، علم خود طالب علم کو جنت کی طرف لے جاتا ہے، علم وحشت میں مددگار اور تنہائی کا ساتھی ہے! دشمنوں پر ضرب لگانے والا ہتھیار اور بھائی بندی کی زینت ہے! اسی علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ قوم کو سر بلند کرتا ہے، نیکی وہدایت میں عالم کو راہنما قرار دیتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے ان کے اعمال قبول اور ان کے آثار کو مشعل راہ قرار دیا جاتا ہے! فرشتے ان کے مقام کی رغبت اور نماز میں ان سے اپنے پروں کو بطور تبرک مس کرتے ہیں کیونکہ علم دلوں (روحوں) کے جہل کے مقابلے میں زندگی ہے اور نابینائی کے لئے آنکھوں کی بینائی ہے! علم ضعیف بدنوں کی قوت ہے، اہل

علم کو اللہ تعالیٰ ابرار و نیکوں کے مقام و مراتب عطا کرتا ہے، ان کو اچھے لوگوں کی محفل اس دنیا و آخرت میں نصیب ہوتی ہے! علم ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کی جاتی ہے، علم ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور توحید حاصل ہوتی ہے اور اسی کے ذریعے حلال وحرام پہچانا جاتا ہے، علم عقل کا امام اور عقل اس کی پیروی کرتی ہے اللہ تعالیٰ سعید لوگوں کو علم الہام کرتا ہے اور شقی و بدبخت لوگوں کو محروم رکھتا ہے'':

:عن ابى عبدالله عليه السلام: قال رسول الله صلى الله عليه وآله: طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة الا ان الله يحب بغاة العلم :

''حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: علم ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے اور اللہ تعالیٰ خود طالب علموں سے محبت کرتا ہے'': (بحار: جلداوّل: صفحہ۱۷۲: حدیث۲۶)

:عن امير المؤمنين عليه السلام: يقول يا ايها الناس اعلموا ان كمال الدين طلب العلم والعمل به الا وان طلب العلم اوجب عليكم من طلب المال ان المال مقسوم مضمون لكم قد قسمه عادل بينكم وضمنه وسيفى لكم والعلم مخزون عند اهله و قد امر تم بطلبه من اهله فاطلبوه:(معالم الدین)(اصول کافی: کتاب العلم: باب۱)

''حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اے لوگو جانو! دین کا کمال خود علم

حاصل کرنے میں ہے اور اس پر عمل کرنے میں ہے۔سنو! مال کے مقابلے میں علم حاصل کرنا واجب تر ہے مال آپ کے لئے مقدر اور اس کی ضمانت خدائے اٹھائی ہے! اس کو عادل ہستی نے تمہارے درمیان تقسیم کر دیا ہے اور اس کا ضامن ہے، وہ اپنے وعدہ کی وفا کرے گا علم اہل علم کے پاس ذخیرہ ہے، اسے ڈھونڈو جب کہ تمہیں علم کے ڈھونڈنے کا حکم دیا جا چکا ہے'':

عن ابی عبداللہؑ: قال ان العلماء ورثة الانبیاء وذالك ان الانبیاء لم یورثو ادرهما ولا دینارا وانما اورثوا احادیث من احادیثهم فمن اخذ بشی منها فقد اخذ حظاوافرا فانظروا علمکم هذا ممن تاخذونه فان فینا اهل البیت فی کل خلف عدو لا ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاهلین:(معالم الدین)(اصول کافی: کتاب العلم: باب۲)

''حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں: علماء ربانی انبیاءؑ کے وارث ہیں اور وہ اس لئے ہے کہ انبیاءؑ درہم و دینار کے وارث نہیں بناتے بلکہ اپنی احادیث کا وارث بناتے ہیں، جس نے کوئی چیز احادیث میں سے لی تو اسے وافر مقدار میں نصیب مل گیا! اپنے اس علم کو دیکھو کہ کہاں سے تم اسے حاصل کرتے ہو کیونکہ ہم اہل بیتؑ کے ہر زمانے میں ایسے وارث و نمائندہ ہیں جو اس علم سے غلو کرنے والوں کی تحریف اور ہماری طرف خود دشمنوں سے غلط

بات منسوب کرنے والوں اور جاہل لوگوں کی غلط تاویل کی نفی اور دفاع کرتے ہیں!:

عن علی ابن الحسینؑ: قال لو یعلم الناس مافی طلب العلم لطلبوه ولو بسفك المهج وخوض اللجج ان الله تبارك وتعالٰی اوحی الی دانیال ان امقت عبیدی الیّ الجاهل المستخف بحق اهل العلم التارك للا قتدائهم وان احب عبیدی الیّ التقی الطالب للثواب الجزیل اللازم للعلماء التابع للحلماء القابل عن الحکماء:(معالم الدین)(اصول کافی: کتاب العلم)

''حضرت امام علی بن الحسین زین العابدینؑ فرماتے ہیں: اگر لوگ علم کی قدر و قیمت جانتے تو علم ضرور حاصل کرتے اگر چہ ان کو اپنا خون جگر بہانا پڑتا اور سمندروں کی گہری تہوں میں ان کو غوطے ہی کیوں نہ لگانے پڑتے! اللہ تبارک وتعالٰی نے حضرت دانیالؑ کو وحی کی کہ مبغوض و ناپسندیدہ ترین بندہ میرے بندوں میں سے خود جاہل اور اہل علم کی توہین کرنے والا اور اہل علم کی پیروی نہ کرنے والا ہے اور محبوب ترین میرے بندوں میں متقی، زیادہ ثواب کا طالب، علماء کا ساتھ دینے والا، صاحب حلم اور حکماء سے حکمت قبول کرنے والا بندہ ہے'':

عن ابی جعفرؑ: قال عالم ینتفع بعلمه، افضل من

سبعین الف عابد:(معالم الدین)(بحار الانوار: جلد ۷۸: صفحہ ۱۷۳: تحف العقول)

"حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: وہ عالم جس کے علم سے نفع و استفادہ کیا جا سکے وہ ستر ہزار عابدوں سے بہتر ہے":

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام: رجل راویة لحدیثکم لیثبت ذالك فی الناس ویشدده فی قلوب شیعتکم و لعل عابد امن شیعتکم لیست له هذه الروایة ایهما افضل قال الروایة لحدیثنا یشد به قلوب شیعتنا افضل من الف عابد:

(معالم الدین)(اصول کافی: کتاب العلم: باب ۲: حدیث ۹)

"حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اسی شخص کے جواب میں جس نے سوال کیا کہ ایک آدمی محدث عالم لوگوں میں حدیثیں پھیلاتا اور بیان کرتا ہے اور دوسرا شخص تیرے پیروکاروں میں سے ایک عبادت کرنے والا ہے اور احادیث کو بیان نہیں کرتا ان دونوں میں سے کون سا شخص افضل ہے مولا علیہ السلام فرماتے ہیں: وہ محدث عالم جو اپنے علم سے ہمارے شیعوں کے دل مضبوط کرتا ہے ہزار عابدوں سے افضل ہے":

ان عقلی اور نقلی دلیلوں سے شک و شبہ باقی نہیں رہتا کہ علم کو تمام نعمتوں پر فوقیت حاصل ہے اور اس کی ضد جہل جیسی کوئی خست اور پستی نہیں ہے!

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

لا الغنی کا لعلم و لا الفقر کا لجهل:(النهج البلاغة)

"علم جیسی کوئی ثروت نہیں اور جہالت جیسی کوئی فقیری اور محتاجی نہیں":

اے میرے محترم! اے میرے عزیز! اس قول اور مقال کے بعد بھی تجھے شک و تردد اور تردید ہے؟ علم سے بالاتر کس چیز پر تیری نظریں گڑھی ہوئی ہیں؟ علم کے علاوہ اور کونسی چیز تیری روح کے لئے آب حیات ہے؟ جہالت کی پستی سے قرب خُدا چاہتا ہے؟ جہل کی تاریکی میں محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمسائیگی کی تو اُمید رکھے ہوئے ہے؟ جاہلانہ زندگی سے تو ملائکہ کی صف میں کھڑا ہونے کا خواب وخیال دیکھ رہا ہے؟ جہل کے سمندر میں انسانیت کہاں؟ ساحل علم پر آ! کاسۂ گدائی ہاتھ میں تھامے ہوئے صدا دے:

یا نور السمٰوات والارض نور قلبی با لعلم والمعرفة بحق اسمائك الحسنٰی!:

"اے زمین و آسمان کے نور میرے دل کو علم و معرفت سے روشن کر دے خود تجھے تیرے اسماء حسنیٰ کا واسطہ دیتا ہوں":

آخری مقدس کلام کو بطور تازیانہ اہل عقل کے لئے قلم بند کرتا ہوں،

قال علی علیہ السلام: اذا ارذل الله عبداً احظر عنه العلم :(النهج البلاغة)

"جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو ذلیل وخوار کرنا چاہتا ہے تو اس سے علم کا دروازہ بند کر دیتا ہے":

الفصل الثانی

فی النیة

:لابد لطالب العلم من النية الخالصة فى تعلم العلم، اذا النيّة هو الأصل فى جميع الأحوال لقوله ﷺ:(انّما الاعمال بالنيات) ولقوله ﷺ:(لكلّ امرىء مانوى)،فينبغى أن ينوى المتعلّم بطلب العلم رضاء الله تعالىٰ، وازالة الجهل عن نفسه و عن سائر الجهّال وابقاء الاسلام واحياء الدّين بالأمر بالمعروف والنّهى عن المنكر من نفسه ومن متعلّقاته ومن الغير بقدر الامكان، فينبغى لطالب العلم أن يصبر المشاق ويجتهد بقدر الوسع فلا يصرف عمره فى الدنيا الحقيرة الفانية ، ولا يذلّ نفسه بالطمع، ويجتنب عن الحِقد ويحترز عن التكبّر:

دوسری فصل

نیت کے متعلق

طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم کے حصول میں ایک خالص نیت کرے! جب کہ نیت ہی تمام حالات میں عمل کی جڑ اور بنیاد ہے، کیونکہ حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے، جو

بھی جو نیت کرتا ہے اسی پر اس کی جزاوسزا ہے پس طالب علم کو چاہئے کہ علم حاصل کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا، اپنے نفس اور تمام جاہلوں سے جہل کو دور کرنا، اسلام کو باقی رکھنا اور امر بالمعروف اور نهى عن المنكر سے اپنے اور اپنے آپ کے متعلقات اور دوسرے لوگوں سے ایک امکانی حد تک جتنی انسان میں وسعت ہو دین کو زندہ رکھنا خود طالب علم کی نیت خالص میں شامل ہونا چاہئے!

طالب علم کے لئے سزاوار ہے کہ مشکلات اور سختیوں پر صبر کرے اپنی وسعت کے مطابق کوشش کرتا رہے اور اس حقیر اور فانی دنیا میں اپنی عمر کو ضائع نہ کرے طمع کے جال میں پھنس کر خود کو ذلیل نہ کرے! اسی طرح کینہ اور بغض سے اجتناب اور غرور وتکبر سے احتراز کرنا طالب علم کے لئے ضروری ہے!

تبصرہ

:الا لله الدين الخالص:(سورہ زمر: آیت ۳)

''خالص ایمان ودین کو ہی خود اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے'':

پس جس دین میں خلوص نہ ہو اس دین کو خدائی والٰہی دین نہیں کہا جائے گا کیونکہ ایسے دین میں غیر اللہ بھی شامل ہے،

:حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

:على قدر النية تكون من الله العطيه:(غررالحکم)

"انسان کی نیت کے مطابق اس کو کوئی بھی نعمت عطا کی جاتی ہے"۔

دوسری جگہ: حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

:من لم یقدم اخلاص النیة فی الطاعات لم یظفر با المثوبات:

"جس نے اپنی نیت خالص کو اطاعات میں خود مقدم نہیں کیا اُسے اجر و ثواب تک رسائی حاصل نہیں ہوگی"۔ (غررالحکم)

مصباح الشریعۃ میں حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

:صاحب النیة الصادقه صاحب القلب السلیم:

"سچی نیت والا شخص ہی صحیح و سالم قلب و روح کا مالک ہوتا ہے"۔

اگر انسان کی روح ناسالم اور بیمار ہے تو لامحالہ اس کی نیت میں خلوص وصدق نہیں پایا جائے گا کسی بھی زمین کی سرسبزی اس کے زرخیز ہونے پر دلالت کرتی ہے ہمیشہ گلستان سے خوشبو کی مہک آتی ہے اور پُر کثافت جگہ سے خوشبو کی اُمید نہیں کی جا سکتی، بطور خلاصہ طالب علم کی نیت خالص ہونی چاہئے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تعلیم و تعلم ہونا چاہئے حکماء خود اخلاص کی تعریف یوں کرتے ہیں، **:الأخلاصُ تصفیة العمل من کل شوب:**

"وہ صاف ستھرا عمل جس میں ملاوٹ اور ریاء نہ ہو اسے اخلاص کہتے ہیں"۔

پھر اخلاص کے تین مرتبے ہیں،

(۱) اپنے عمل پر فخر نہ کرے اور عمل کے اجر کا انتظار نہ کرے اسی طرح عمل سے

مقصود و مراد صرف اللہ تعالیٰ کی معرفت ہونی چاہئے کیونکہ عمل صالح اور خالص خُدا تعالیٰ کے انعاموں میں سے ایک انعام ہے تو پھر فخر کس بات پر؟ پھر مزدوری کا انتظار کیسا؟ کیونکہ تُو خود کو انسان صالح اور خُدا کا بندہ و غلام سمجھتا ہے تو غلام و بندہ کسی چیز کا مالک نہیں ہو سکتا! جو مال و عمل ہوتا ہے اس کا مالک صرف اس کا مولا ہے!

(۲) عمل کو انجام دینے کی جدوجہد اور اس کوشش کو بروئے کار لانے سے شرمندگی اخلاص کا دوسرا درجہ ہے کیونکہ خود عمل اور عمل کے لئے کوشش اللہ تعالیٰ کے جود و سخا کے چشمے کا نور ہے صرف انسان خود کوشش کے ظاہر ہونے کا مظہر ہے!

(۳) اگرچہ انسان کا عمل ظاہری طور پر جنت کو حاصل کرنے اور جہنم سے بچنے کے لئے ہو لیکن باطنی طور پر صالح عمل صرف ذات حق تعالیٰ کے لئے ہونا چاہئے انشاء اللہ تعالیٰ اخلاص کے ان انتہائی درجات پر فائز ہونے کی سعادت ہم طلاب علوم محمد و آل محمد علیہم السلام کو نصیب ہو! اسی لئے تو امام العصر عجل اللہ فرجہ مفاتیح الجنان کی دعاؤں میں فرماتے ہیں:

:اللھم ارزقنا توفیق الطاعة وبعد المعصیة وصدق النیة وتفضّل علی علماء نا بالزھد والنصیحة: (مفاتیح الجنان)

:بار الٰہا! تو ہمیں اطاعت کی توفیق، گناہ سے دوری اور نیتِ صادق کی توفیق

عطاء فرما: اور ہمارے علماء پر زُہد وترک دنیا اور حسد سے نجات جیسی کرم نوازی عطاء فرما! نیت خالص کے ساتھ طالب علم زہد جیسی عظیم نعمت کو ہاتھ سے نہ جانے دے ورنہ علمی سعادت سے خاطر خواہ نتیجہ حاصل نہیں ہوگا بزرگان زُہد کی تعریف یوں کرتے ہیں:

:الزهد هو اسقاط الرغبة عن القلب بالكليه

''دُنیا کی چیزوں کی رغبت وچاہت کو دل سے نکال دینے کو زُہد کہتے ہیں''؛

لیکن بطور کلی یعنی اشیاء کے شوق واشتیاق کو بھی ترک کر دے! یہاں تک کہ ان چیزوں کی طرف توجہ والتفات بھی نہ کرے صرف ذات حق تعالیٰ نظر میں ہو!

:زُہد کے تین درجے ہیں:

(۱) حرام کاموں سے اجتناب کے بعد مشتبہات (جس میں حرام وحلال دونوں کا احتمال ہو) میں بھی زہد اختیار کرے تا کہ احتمالی حرام کے اثرات سے بھی بچ سکے اور جو چیزیں نقص کمال کا باعث ہوں اُن سے بھی اجتناب کرے اسی طرح فاسق لوگوں سے غیر ضروری میل جول سے کنارہ کشی کرے،

(۲) ضرورت کے علاوہ مازاد مال کے حصول سے اجتناب کرے تا کہ فارغ وقت میں اپنی تعلیم وغیرہ میں اطمینان سے اپنی توجہ کو مبذول کر سکے،

(۳) اپنے زہد سے بھی زہد اختیار کرے جو تین چیزوں سے حاصل ہوتا ہے:

ا: جس چیز میں اس نے زہد اختیار کیا ہے اُسے حقیر گمان کرے،

۲: جس چیز میں اس نے زہد کو اختیار کیا اس کا ہونا یا نہ ہونا دونوں اس کے لئے برابر ہوں،

۳: ایسی صلاحیت جس سے زہد کے مذکورہ درجات حاصل ہو گئے ہوں اس صلاحیت سے بھی زہد اختیار کرے یعنی اس صلاحیت کو اپنی صلاحیت نہ جانے بلکہ :من عند الله العزيز الحكيم: سمجھے! ایسے مقام کو زاہد یہ گمان نہیں کرتا کہ اس نے خود فلاں چیز کو ترک کیا ہے بلکہ یہ تمام اوصاف بحر وجود لامحدود سے کسی بھی مخلوق میں ظاہر ہوتے ہیں! تمام مطالب کو ذکر کرنے کا مقصد صرف طالب علم کو متوجہ کرنا تھا کہ علم کے حصول میں اخلاص اور زہد بنیادی حیثیت رکھتے ہیں،

مصباح الشريعة میں حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

:الزهد ترك كل شى يشغلك عن الله من غير تاسف

''جو چیز بھی اللہ تعالیٰ سے ہٹا کر تجھے دوسری چیزوں میں مشغول کرے خود ان کو بغیر کسی افسوس کے ترک کرنے کو زہد کہتے ہیں''؛

علم کو حاصل کرنا حضرت حق تعالیٰ کی معرفت کا مقدمہ ہے تو جب ذوالمقدمہ اخلاص وزہد پر موقوف ہے تو اس کا مقدمہ بھی اخلاص وزہد پر موقوف ہوگا! کیونکہ مقدمہ بھی واجب ہے اور یہ اس لئے ہے کہ ذوالمقدمہ یعنی معرفت خدا تعالیٰ واجب ہے اگر خود دُنیا کی محبت اور غرور وتکبر علم کے لئے مانع

ہوں تو ان کو دفع کرنا بھی واجب ہے، خالق کائنات جب کہ کل الکمال اور کل الخیر ہے اور ہر فیض کا چشمہ اسی کے وجود لامحدود سے جاری ہوتا ہے تو پھر یہ انسانی فطرت میں ہے کہ ہر کمال سے مانوس اور خود اس کمال کو پانا چاہتا ہے اسی لئے تو ہر مخلوق میں حرکت ہے اور ہر حرکت اسی منبع کمالات کو پانے کی تگ ودو میں ہے تو اس لئے ضروری ہے کہ ہر انسان خصوصاً طالب علم مبداء وجود اور کمالات کی طرف سیر کرنے میں تمام رکاوٹوں کو ٹھوکر مارتا ہوا صبر واستقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر مشکل کو برداشت کرے! بلکہ طالب علم کو مظہر مشکلات کا نمونہ بن کر ضعیف لوگوں کا جو مشکلات کے متحمل نہیں ہوتے سہارا اور نمونہ بننا چاہئے چہ جائیکہ خود طالب علم بے صبری کا مظاہرہ کر کے لوگوں کو مزید ناتوانی اور ضعف کی دعوت دے!



الفصل الثالث

فی اختیار العلم والا ستاد والشریك والثبات

:ینبغی لطالب العلم أن یختار من کلّ علم أحسنه ، وما یحتاج الیه فی الا مور الدینیّة فی الحال ثم ما یحتاج الیه بالمآل، و یقدّم علم التوحید ومعرفة اللّٰه تعالٰی بالدلیل، ویختار العتیق دون المحد ثات قالوا:(علیکم بالعتیق وایّا کم والمحدثات)ویختار المتون کما قیل:(علیکم با لمتون لا بالحواشی)،وأما الأ ستاذ، فینبغیی أن یختار الأعلم والأ ورع والأ سنّ، وینبغی أن یشاور فی طلب العلم أیّ علم یر اد فی المشیی الی تحصیله ، فاذا دخل المتعلّم الی بلد یر ید أن یتعلّم فیه فلیکن أن لا یعجّل فی الاختلاف مع العلماء وأن یصبر شهر ین حتّی کان اختیاره للاستاذ ولم یؤدّ الی ترکه والرّجوع الی الآ خر فلا یبارك له،

: فینبغی أن یثبت ویصبر علی اُستاذ وکتاب حتّی لا یترکه أبتر، وعلی فنّ لا یشتغل بفنّ آخر قبل أن یصیر ما هراً فیه، وعلی بلد حتّی لا ینقل الی بلد آخر من غیر ضرورة فانّ

ذلك كلّه يفرّق الامور المقرّبة الى التحصيل ويشغل القلب ويضيع الأوقات،

وأمّا اختيار الشريك، فينبغى أن يختار المجدّ : والأورع وصاحب الطبع المستقيم ويحترزمن الكسلان والمعطّل ومكثار الكلام والمفسد والفتّان قيل فى الحكمة الفارسيّة نظم:

ۃ تاتوانی می گریزاز یاربد	یاربدبدتر بوداز ماربد
ماربدتنها تورا برجان زند	یاربد برجان وهم برايمان زند

وقيل: :

(فاعتبر الأرض بأسمائها   واعتبر الصّاحب بالصّاحب)

وينبغى أن يعظّم العلم وأهله بالقلب غاية التّعظيم ، قيل: : (الحرمة خيرمن الطاعة) حتى لم يأخذ الكتاب ، ولم يطالع ولم يقرأ الدرس الّا مع الطّهارة وينبغي أن يجّود كتابة الكتاب ، ولا يقرمط ويترك الحاشية الّا عند الضرورة لأنّه ان عاش ندم وان مات شتم ، وفينبغى أن يستمع العلم بالتّعظيم والحرمة لا بالا ستهزاء ،

ولا يختار نوع العلم بنفسه بل يفوض أمره الى أُستاذه ، لأنّ الاستاذ قد حصل له التجارب فى ذلك عند التحصيل ، وقد

عرف ماينبغى لكلّ أحد مايليق بطبيعته،

وينبغى لطالب العلم أن لا يجلس قريباً من الاستاذ عند السّبق بغير الضرورة بل ينبغي أن يكون بينه وبين الا ستاذ قدر القوس لأنّه أقرب الى التعظيم،

وينبغى لطالب العلم أن يحترز عن الأخلاق الذميمة فانّها كلاب معنويّة ، قال رسول الله ﷺ:(لا يدخل الملائكة بيتاً فيه كلباً أوصورة الكلب):

تیسری فصل

طالب علم کے لئے علم، استاد اور دوست کو انتخاب کرنے اور ثابت قدم رہنے کے بارے میں

طالب علم کے لئے سزاوار ہے کہ ہر علم سے بہترین ایسے علم کا انتخاب کرے جس کی دینی امور میں فی الحال ضرورت ہو اس کے بعد ایسا علم جس کی مال کے حاصل کرنے وغیرہ میں ضرورت پڑے! تو پھر طالب علم علمِ توحید اور خُدا شناسی کے تفصیلی علم کو دلیل کے ساتھ دوسرے علوم پر مقدم کرے، عمدہ اور اصلی علم کو جدید علوم پر ترجیح دے، جس طرح کہ کہا گیا ہے کہ تم پر اصلی اور قدیم کو اختیار کرنا لازم ہے اور نئے اور تازہ علم سے احتیاط کرو، اس کے علاوہ متنِ

کتاب کو اختیار کرنا ضروری اور اس کے حاشیہ سے خود جس طرح کہ کہا گیا ہے پرہیز کیا جائے!

اُستاد کے انتخاب کا بیان:

طالب علم کے لئے سزاوار ہے کہ اساتذہ میں سے عالم، پرہیز گار ترین اور مسن یعنی زیادہ عمر رکھنے والا استاد اختیار کرنا چاہئے اور اس استاد سے مشورہ کیا جائے کی کون سا علم اور کیسے حاصل کیا جائے؟ جب طالب علم کسی شہر میں علم حاصل کرنے کی نیت سے داخل ہو تو اسے چاہئے کہ وہاں کے علماء سے اختلافی مسائل میں نہ اُلجھے! اور استاد کو انتخاب کرنے سے پہلے اس شہر میں دو ماہ صبر کرے تاکہ سوچ سمجھ کر بہتر استاد کو اختیار کیا جائے ورنہ ایسا نہ ہو کہ ایک کو انتخاب کرے، لیکن اسے چھوڑ کر دوسرے کی طرف رجوع کرے! ایسا رویہ طالب علم کے لئے مبارک اور سعادت مند نہیں ہوتا ہے، بہتر اور ضروری ہے کہ طالب علم ایک استاد اور ایک کتاب پر اکتفاء کرے یہاں تک کہ اسے ادھورا نہ چھوڑ دے! اسی طرح جس فن (ہنر) کو اختیار کرے جب تک اس میں ماہر نہ ہو جائے اسے ادھورا چھوڑتے ہوئے کسی اور فن کو اختیار نہ کرے! علاوہ ازیں بغیر کسی ضرورت کے ایک شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر میں منتقل نہ ہو، ایسی تمام چیزیں خود طالب علم کے ایسے علمی امور پر اثر انداز اور مخل ہوتی ہیں جو امور تعلیم میں سہولت پیدا کرتے ہیں، ساتھ ہی وہ امور دل و دماغ کو علم سے

ہٹا کر ان چیزوں میں مشغول اور وقت کے ضائع ہونے کا باعث ہوتے ہیں!

طالب علم کو خود محنتی، باتقویٰ اور سلیم الطبع دوست اور مباحثی کا انتخاب کرنا چاہیۓ، سُست، بے کار، زیادہ باتیں کرنے والا، فسادی اور فتنہ انگیز دوست سے احتراز اور اجتناب کیا جائے، جس طرح کہ فارسی میں شعر کی صورت میں کہا گیا ہے:

جہاں تک ہوسکتا ہے بُرے دوست سے تم بھاگو کیونکہ بُرا دوست زہریلے سانپ سے بدتر ہے اگر سانپ تجھے ڈسے تو تیری اس دنیاوی زندگی کو ختم کردے گا لیکن بُرا دوست تیری اس دُنیا کی زندگی کو نابود تو کر ہی دے گا لیکن ساتھ ساتھ تیرے ایمان کو بھی زہر قاتل سے مسموم کردے گا! ایک مقولہ ہے زمین کو اس کے نام سے اور کسی شخص کو اس کے دوست سے پہچانو! اگر اس کا دوست بُرا ہے تو یہ شخص بھی بُرا ہے اگر مکمل طور پر نہ سہی کم از کم اس کی برائی کا رنگ ضرور اس میں ظاہری یا باطنی طور پر سرایت کئے ہوئے ہوگا اور اسی طرح اگر کسی کا اچھا دوست ہوگا تو اس کی دنیا اور آخرت پر وہ اچھی تاثیر چھوڑتا ہے!

طالب علم کے لئے سزاوار ہے کہ استاد اور اہل علم کا تہہ دل سے احترام کرے، جس طرح کہ کہا گیا ہے احترام و ادب اطاعت سے بہتر ہے، خود کتاب کو اٹھانا، اس کا مطالعہ اور اس کا درس وضو کے بغیر نہیں ہونا چاہئے، اس کی کتابت خوش خط اور زیبا ہونی چاہئے، الفاظ باریک اور قریب قریب نہ لکھے ہوں، کتاب پر

حاشیہ نہ لکھے، اگر ضرورت ہو تو لکھے کیونکہ اگر زندہ رہا تو اس حاشیہ لکھنے پر پشیماں ہوگا اگر وفات پا گیا تو اس کی ملامت کی جائے گی (شاید اس لئے ہے کہ اگر درست مطلب حاشیہ پر نہ لکھا گیا ہو)

طالب علم کے لئے سزاوار ہے کہ علمی درس کو تعظیم و احترام سے سُنے، اسے مذاق اور ٹھٹھا کرنے کے لئے نہ سُنے! کسی بھی علم کو خود اختیار نہ کرے بلکہ اس علم کے انتخاب کو استاد کے حوالے کردے کیونکہ تعلیم کے دوران استاد کو تجربہ حاصل ہے کہ کون سا اور کس کی طبیعت کے لئے یہ علم موزوں و مناسب ہے، طالب علم کے لئے مناسب اور ضروری ہے کہ بغیر کسی ضرورت کے استاد کے بالکل قریب نہ بیٹھے بلکہ استاد اور اس کے درمیان ایک قوس (کمان) کا فاصلہ ہونا چاہئے کیونکہ ایسی نشست تعظیم کے قریب تر ہے!

طالب علم کے لئے یہ بھی مناسب و ضروری ہے کہ مذموم اخلاق سے احتراز کرے کیونکہ مذموم اخلاق معنوی کتے ہیں! حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ: جس گھر میں کتا یا کتے کی تصویر ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے:

تبصرہ

اس فصل میں جو بھی شرائط بیان کی گئیں ہیں ان کی بنیادی حیثیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، علمی پیش رفت میں خاطر خواہ نتائج کا حاصل نہ ہونا ان

شرائط کے فقدان کا نتیجہ ہے، تجربہ اس پر شاہد ہے کہ جس کو بھی علمی فیض کی سعادت نصیب ہوئی تو صرف ان علمی شرائط پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے کامیابی نے اس کی قدم بوسی کی، خود طلاب خوب جانتے ہیں کہ یہ کوتاہی کبھی خود طالب علم کی طرف سے ہوتی ہے باوجود اس کے کہ قابل باشرائط اساتذہ کی موجودگی میں بھی وہ اپنے اس شیطانی جال میں اغوا شدہ طبیعت کی مناسبت سے متقی اور صالح ترین اساتذہ سے مانوس نہ ہونے کے سبب خود ایسے اساتذہ کے جال میں جا پھنستا ہے جو نااہل ہوتے ہیں یا تو خود طبعی لحاظ سے ابھی تک خود اس کی طبیعت طاہر اور پاک ہے لیکن ایسے علم نظری سے خود بے خبر ہے جو اسے تعلیم و تعلم کی حکمت عملی کی طرف راہنمائی کرے یا طالب علم بے تقصیر ہے اور صرف جاہل قاصر یا جاہل بسیط ہے کیونکہ اس کی طرف سے استعداد موجود ہے لیکن مذکورہ بالا شرائط کے حامل اساتذہ خود مدرسہ میں پائے ہی نہیں جاتے تو اب بیچارہ طالب علم اپنی قسمت کا فیصلہ ان ہی بعض نااہل روحانی نما کے ہاتھ میں دے دیتا ہے یا ایسے فرشتے نما اساتذہ اس طالب علم سے خود اس کو حیوانیت سے نکال کر ملائکہ کی صف میں کھڑا کرنے کی صرف باتیں تو کریں یا لوگوں کی نظروں میں اپنے ذاتی اسلام نما تشخص کا دفاع کرتے ہوئے سرے سے اخلاقی تہذیب کا تذکرہ کرنا ہی گوارہ نہ کریں یا اپنے غلط شیطانی زنجیر میں مقید اخلاق کو ایک حقیقی اور خالص اسلامی اخلاق کے عنوان سے پیش کرتے

ہوئے اسلام کی دھجیاں اڑائیں!! ایسے اساتذہ نے خود کسی استاد اخلاق کے سامنے اپنی اصلاح کے لئے زانوئے ادب باایں نیت نہیں ٹیکے بطور مثال ان اشخاص نے بدنی ظاہری معالجے کے لئے تو ممکن ہے ماہر سے ماہر ترین ڈاکٹر اور حکیم کی تلاش میں پوری توانائی صرف کی ہوں لیکن نفس کی بیماریوں کی تشخیص دینے والے روحانی ڈاکٹر کی کوشش وتلاش تو کہاں؟ بلکہ ایسے روحانی ڈاکٹروں کی کردار کشی اور اہانت کرنا اپنی شرعی تکلیف اور ذمہ داری سمجھتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہوئے یا لااقل اللہ کے ایسے بندوں کے بتائے ہوئے سیر وسلوک کے عنوان سے پُر تاثیر روحانی نسخوں کا انھوں نے مذاق اڑایا!! اگر اس سے بھی تھوڑا تنزل کریں تو کم از کم روحانی نما مریضوں نے ایسے روح کو منور کردینے والے نسخوں پر عمل کرنے کی خود میں استعداد ہی پیدا نہ کی! تو پھر بیچارے نورِ علم کے طلاب کہاں جائیں؟ اگر باشرائط اساتذہ پائے بھی جاتے ہیں اور حتماً گوشہ وکنار میں پائے جاتے ہیں لیکن وہ حضرت کافی اور وافی نہیں ہیں، اس معنوی درد کا اکثر اساتذہ اور طلاب دونوں احساس کرتے ہیں لیکن عملی اقدام کرنے والے اشخاص قلیل تعداد میں پائے جاتے ہیں لیکن آج کل کے دور میں شعوری یا لاشعوری طور پر کثیر تعداد ایسے طالب علموں کی مدارس میں پائی جاتی ہے اور آئندہ بھی متوقع ہے جو اہل علم کے تقدس کا ذرّہ بھر خیال نہیں رکھتے بلکہ صنف روحانیت کے خلاف دلوں میں کینہ اور بغض رکھتے ہیں حتیٰ کہ حوزہ

علمیہ کے وجود مقدس پر منفی اور سم قاتل کی تاثیر رکھنے والی تبلیغ کرتے رہتے ہیں کہ حوزہ علمیہ نے کیا کیا ہے؟ کیا کر رہا ہے؟ اتنا سرمایہ خرچ ہو رہا ہے اور خود حوزہ علمیہ کی گود میں بیٹھ کر ایسی باتیں کرتے ہیں! پھر ساتھ ہی حوزہ کا سہارا لے کر اپنا تشخص باطل بھی بناتے رہتے ہیں اور مستقیم یا غیر مستقیم طور پر تھوڑا بہت اگر ناقص ایمان بھی رکھتے ہیں تو وہ بھی حوزہ ہی کی برکت سے ہے باوجود اس کے خود کو اسلام کا دِل سوز اور دردمند جانتے ہیں! ممکن ہے ایسے افراد دانستہ یا نادانستہ طور پر استعمار اور طاغوتی طاقتوں کی خدمت کر رہے ہوں! بعید نہیں کہ ایسے طالب علم نُما کو ولائتی مولوی کی اصطلاح کا مصداق سمجھا جائے!!

فتأمّل!!

البتہ ہاں روحانیوں میں بعض روحانی نما ہیں جو حوزہ کی تذلیل کا باعث بنتے ہیں اور بنے ہیں، ایسے شیطان صفت افراد ہیں جنہوں نے روحانیت کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے اور جن میں خود ولائتی مولوی بھی شریک ہیں! ہاں حوزہ علمیہ کی روش تدریس میں خود بزرگ اساتذہ کو مثبت اشکال ہے اور کوشش ہو رہی ہے کہ اس کی اصلاح کی جائے لیکن تمام اشکالات مثبت اور حوزہ کی ساخت بنانے والے ہونے چاہئیں!!

سنو! اسلامِ خالص کی بنیاد حوزہ علمیہ ہے، دُنیا کے گوشہ کنار میں ایک برّاعظم سے لے کر دوسرے برّاعظم تک حوزہ علمیہ کے افراد اور حوزہ علمیہ کے

فرزند پھیلے ہوئے ہیں اور اپنی حسب توفیق اسلام خالص کی خدمت کر رہے ہیں اگر چہ ان میں ٹوٹے پھوٹے افراد بھی ہیں لیکن بالآخر جس بھی علاقے میں ہیں اسلام کی خدمت کر رہے ہیں، یاد رکھو! جب تک حوزہ علمیہ باقی ہے اسلام خالص باقی ہے! کیونکہ حوزہ علمیہ ہمیشہ باقی ہے اس لئے اسلام خالص بھی ہمیشہ باقی ہے، بالعکس اسلام خالص ہمیشہ باقی ہے تو حوزہ علمیہ بھی باقی ہے!

اے شیطان کے اغوا شدہ طالب علم نُما تیری یہ باطل روش تجھے لے ڈوبے گی مگر حوزہ علمیہ اور روحانیت ہمیشہ باقی رہے گی! یہ ذات حق تعالیٰ کی قضاء وقدر ہے اور امام العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی اس حوزہ پر نظر ہے! اے حوزہ علمیہ کے سفرہ سے روٹیاں اور خارجی غیر مشروع کرنسی کھانے والے باز آ! باز آ! ؟ ابھی مہلت ہے حضرت حق تعالیٰ کے محضر سے ابھی تک شیطان ابلیس بھی نا اُمید نہیں ہوا اور توبہ کی توقع رکھے ہوئے ہے تو پھر تو کیوں باطل نظریہ پر ڈٹا ہوا ہے اور خُدا سے نا اُمید ہے؟

ہاں بحث ہو رہی تھی کہ استاد کا احترام وتوقیر علمی پیش رفت میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے لیکن اس ادب وآداب معلم جیسی نعمت سے آج کل کے دور میں اکثر طالب علم محروم ہیں، احترام کرنا تو کجا بلکہ اساتذہ کی اہانت، کردار کشی اور غیبت وبدگوئی کی جاتی ہے پھر ردِّ عمل کے طور پر علمی وعملی محرومیت ہمارا مقدر بنا عین قضاء وقدر کے مطابق ہے!

طالب علم بیچارہ ابھی حوزہ علمیہ میں قدم ہی رکھتا ہے کہ چند دنوں میں وہ صاحب نظر ونظریہ ہونے کا باطل دعویٰ کر دیتا ہے! جن اساتذہ کی حوزہ علمیہ کی خدمت کرتے تقریباً عمر گزر گئی ہے ان کے نظریہ کو اپنانے کی بجائے وہ ردّ کرنا اپنا ذاتی حق سمجھتا ہے! جناب عالی ماہر متخصص کے نظریہ کو اپنانا عین عقل کے مطابق ہے اور اس کی مخالفت خلاف واقعیت ہے، ہاں اگر چہ کچھ افراد حوزہ علمیہ کی آڑ میں غلط نظریات کو ایک مدت تک با تجربہ نظریہ کہتے ہیں لیکن ایسے افراد ہماری بحث سے مستغنیٰ ہیں،

پس جب استاد کا احترام بحال رہا اور طالب علم نے اپنے امور کو با شرائط استاد کے حوالے کیا تو کبھی بھی وہ علمی انسانی سعادت سے محروم نہیں ہوگا! باقی رہا فصل کے آخر کا مضمون کہ آپ طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ مذموم اخلاق سے خود کا تخلیہ کرے اور ایسے مذموم اخلاق سے تزکیہ کرتے ہوئے اچھے اخلاق سے خود کو متحلّی ومزّین کرے! مصنف نے مشہور حدیث جو عامہ اور خاصہ کے پاس معتبر ہے پیش کی ہے کہ حدیث کا متن ہے:

قال رسول اللہ ﷺ: لا تدخل الملئکه بیتا فیه کلب او صورة کلب: (بحارالانوار: جلد ۶۵: صفحہ ۵۴)

"رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا موجود ہو یا کتے کی تصویر لگی ہوئی ہو":

اس لئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ اگر رکھوالی اور نگہبانی کے لئے کتا رکھا جائے تو وہ چاردیواری کے اندر نہ ہو بلکہ کتا خود چاردیواری کے باہر رہے! یہ ظاہر حدیث ہے اس حدیث کا باطنی معنی اس طرح کیا جاتا ہے کہ انسان کا باطن ایک گھر کی حیثیت رکھتا ہے تو اس میں رذائل اخلاقی یعنی حُب دُنیا، کردار کشی، غیبت، حسد، حرص، اقتدار عہدہ اور مقام کی ہوس، ظلم اور کینہ وبغض وغیرہ کتے کی حیثیت رکھتے ہیں اگر یہ مذموم اخلاق عملی مقام تک پہنچے ہوئے ہیں تو یہ جیتے جاگتے کتے ہیں! اگر چہ ان رذائل اخلاقی کی فعلیت حاصل نہیں ہے بلکہ استعداد وقوت کی گود میں سوئے ہوئے ہیں! گویا کہ انسان کے باطن میں کتے کی تصویروں کی حیثیت رکھتے ہیں، جب تک یہ باطنی قوتیں ہراش (اَن سدھائے) کتے کی حالت میں ہیں، رحمت وعلم ایسے نورانی فیض کے فرشتے ایسے شخص پر خواہ وہ طالب علم ہو یا غیر طالب علم خود نازل نہیں ہونگے! جب تک گھر میں کاٹنے والا کتا بھونک رہا ہو تو مہمان جیسی پُر برکت شخصیت گھر میں داخل نہیں ہوگی! ہاں اگر ان باطنی قوتوں کو ہراشیّت سے نکال کر معلم سگ (سدھایا ہوا کتا) کی وصفوں سے متصف کیا جائے تو یہی باطنی قوتیں اور صلاحیتیں فرشتوں کے لئے رکاوٹ ہی نہیں بنیں گی بلکہ مہمانوں کی نگہبانی کریں گی!

:قال امیر المؤمنین علیؑ :اذارایت عالمافکن له خادما:(غررالحکم)

''حضرت علیؑ فرماتے ہیں: جب تم عالم کو پاؤ تو اس کے خادم ہو جاؤ'':

:جالس العلماء تسعد:(غررالحکم)

علماء کے ہم نشین بنو، تا کہ سعادت مند بن جاؤ:

:من علّمنی حرفا کمن صیّرنی عبدا:(حضرت علیؑ) (غررالحکم)

''جس نے مجھے ایک حرف سکھایا گویا کہ اس نے مجھے اپنا غلام بنالیا'':

:ینبغی للعاقل ان یکثر من صحبة العلماء والا برار و یجتنب عن مجاورة الا شرار والفجار:

''عقل مند شخص کے لئے ضروری ہے کہ علماء اور نیک لوگوں سے میل جول بڑھائے اور شریر اور فاسق وفاجر لوگوں سے پرہیز کرے'':

:حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

:مجالسة الحکماء حیاة العقول وشفاء النفوس:(غررالحکم)

''اہل حکمت لوگوں سے اُٹھنے بیٹھنے میں عقلوں کی زندگی وحیات اور ارواح انسانی کی شفاء ہے'':



الفصل الرابع

فى الجدّو المواظبة والهمّة

:ثم لا بدّ لطالب العلم من الجدّ والمواظبة وا لملازمة،

قيل:(من طلب شيئاً وجدّوجد ومن قرع باباً ولجّ ولج)(غررالحکم)

وقيل:(بقدر مايسعى ينال مايتمنّى).

قيل: يحتاج فى التعلّم الى جدّ الثلاثة:المتعلّم والأستاذ والأب ان كان فى الحياة ،

ولا بدّ لطالب العلم من المواظبة على الدرس والتكرار فى أوّل اللّيل وآخره و مابين العشائين، و وقت السّحر وقت مبارك قيل:(من أسهر نفسه بالليل فقد فرّح قلبه بالنّهار)،

ويغتنم أيّام الحداثة و عنفوان الشّباب ، ولا يجتهد نفسه جهداً يضعّف النفس و ينقطع عن العمل بل يستعمل الرّفق فى ذلك، والرّفق أصل عظيم فى جميع الأشياء ،

ولا بدّ لطالب العلم من الهمّة العالية فى العلم (فانّ المرء يطير بهمّته كالطّير يطير بجناحه) فلا بدّأن يكون همّته على حفظ جميع الكتب حتّى يحصل البعض فأمّا اذاكان له همّة عالية ولم يكن له جدّ أوكان له جدّ ولم يكن له همّة عالية لا

يحصل له الّا قليلًا من العلم،

وفينبغى أن يتعب نفسه على الجدّ والتحصيل و المواظبة با لتأمّل فى فضائل العلوم و دقائقها فانّ العلم يبقى و غيره يفنى فانّه حياة أبديّة ، قيل:(العالمون أحياء وان ماتوا)

وكفى بلذّة العلم داعياً الى التحصيل للعاقل،

وقد يتولّد الكسل من كثرة البلغم و الرّطوبات ، وطريق تقليله تقليل الطعام ، وذلك لأنّ النّسيان من كثرة البلغم ،وكثرة البلغم من كثرة شرب الماء ، وكثرة شرب الماء من كثرة الأكل،

والخبز اليابس يقطع البلغم والرّطوبة ، وكذا أكل الزبيب ولا يكثر الأكل منه حتّى يحتاج الى شرب الماء فيزيد البلغم،

والسّواك يقلّل البلغم ويزيد فى الحفظ والفصاحة ، كذا القيىء يقلّل البلغم والرّطوبات ،

وطريق تقليل الأكل التأمّل فى منافع قلّة الأكل وهى الصحّة والعفّة وغيرهما ، والتأمّل فى مضارّ كثرة الأكل وهى الأمراض و كلالة الطبع ، وقيل:(البطنة تذهب الفطنة)،

وينبغى أن لا يأكل الأطعمة الدسمة ويقدّم فى الأكل الألطف والأشهى وأن لا يسعى فى الأكل والنّوم الّا لغرض الطاعات

کالصلاۃ والصوم وغیر ھما:

چوتھی فصل

طالب علم کی جدوجہد کے تسلسل اور ہمت وحوصلہ میں

''طالب علم کے لئے محنتی با استقامت اور ہمیشہ علم سے پیوستہ رہنا ضروری ہے، کہا گیا ہے کہ جس نے کسی شئے کی تلاش کی اور کوشش کرتا رہا تو وہ ضرور اسے پالیتا ہے! جس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اصرار کرتا رہا ضرور گھر میں داخل ہوگیا اور اسی طرح کہا گیا ہے کہ کوئی بھی شخص اپنی تگ ودو کے مطابق اپنے مطلوب کو پالیتا ہے، کہا گیا ہے کہ طالب علم کے علم حاصل کرنے میں تین اشخاص کی کوشش ضروری ہے وہ تین اشخاص خود طالب علم، استاد اور باپ (اگر زندہ ہوتو) ہیں!

طالب علم کے لئے ابتدائی اور آخری، اسی طرح مغربین کے درمیان مطالعے کا تسلسل اور تکرار ضروری ہے، سحر (اذان صبح سے ایک دو گھنٹہ قبل) کا وقت پُر برکت ہے کہا گیا ہے: جس نے اپنے نفس میں سحر خیزی کی عادت ڈالی تو اس کا نفس پورا دن راحت وآسائش میں ہوگا: طالب علم اپنی جوانی کے ابتدائی مراحل خصوصاً عروج جوانی کو غنیمت سمجھے وہ اپنے نفس پر اس قدر محنت ومشقت کو تحمیل نہ کرے جس سے نفس ضعیف اور علمی پیش رفت سے منقطع ہونے پر

مجبور ہو جائے بلکہ میانہ روی اور سہل وآسانی ہر کام میں بہترین اُصول ہے!

طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ اس کی ہمت علم حاصل کرنے میں بلند ہو! کیونکہ انسان اپنی ہمت سے پرواز کرتا ہے جس طرح کہ پرندہ اپنے پروں سے اڑتا ہے، پھر ضروری ہے کہ طالب علم کی اتنی ہمت بلند ہونی چاہئے گویا کہ وہ تمام کتابوں پر عبور حاصل کرے گا تب کہیں اسے کچھ نہ کچھ علم نصیب ہوگا اگر وہ بلند ہمت ہو، لیکن محنتی نہ ہو یا محنتی ہو لیکن بلند ہمتی نہ ہو تو اسے بہت قلیل علمی صلاحیت نصیب ہوگی، علم کی فضلیت وبرتری میں غور وفکر کرتا ہوا اپنے نفس کو محنت وکوشش اور علم کے دائمی تسلسل پر کاربند بنائے،! خود علم کو بقاء اور دوام ہے اور جہل کو فناء نابودی لاحق ہے، علم ایک جاودانہ زندگی ہے! کہا گیا ہے کہ: علماء ہمیشہ زندہ ہیں اگرچہ ظاہری طور پر وفات کر جائیں: عقلمند انسان کے لئے علمی لذت اس کی علمی سطح بلند کرنے کے لئے کافی وشافی ہے، کبھی انسان میں بلغم اور رطوبت کے زیادہ ہونے کی وجہ سے پڑھنے سے کاہلی اور سستی پیدا ہو جاتی ہے! خود بلغم کو کم کرنے کا طریقہ کھانے میں ایک حد تک کمی کر دینا ہے کیونکہ سستی اور کاہلی غالب طور پر حافظہ کی قوت پر نسیان وفراموشی چھا جانے سے ہوتی ہے اور فراموشی اور حافظے کی کمزوری بلغم کی زیادتی سے ہوتی ہے اور بلغم کی زیادتی زیادہ پانی پینے سے ہوتی ہے! پانی کی کثرت خود زیادہ کھانا کھانے سے ہوتی ہے، خشک روٹی اور اسی طرح کشمش بلغم ورطوبت کو

ختم کر دیتی ہے لیکن ان کے کھانے میں زیادتی اور افراط نہیں ہونا چاہیئے! تاکہ پانی زیادہ پینے کی نوبت ہی نہ آئے! مسواک کرنے سے بلغم کم اور فصاحت اور حافظہ بڑھ جاتا ہے، ارادہ سے متلی کرنا بھی بلغم اور رطوبت کو کم کرتا ہے، غذا کو کم کرنے کے لئے غذا کی کمی کے فوائد میں غور وفکر کرنا ضروری ہے خود کم خوری کے فوائد میں سے تندرستی اور پاک دامنی وغیرہ پوشیدہ ہیں اسی طرح زیادہ کھانے کے نقصانات میں غور وفکر کرے پھر ان نقصانات میں سے بیماریاں اور طبیعت میں سستی وغیرہ کا پیدا ہو جانا ہے! کہا گیا ہے: پُرخوری ذہانت کو لے ڈوبتی ہے:!!، طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ زیادہ روغنی اور چربی دار طعام نہ کھائے، کھانے کا آغاز ہلکی اور پُر ہضم چیز سے کرنا چاہیئے! صرف کھانے اور نیند کرنے کی کوشش کا ہدف اللہ تعالیٰ کی اطاعت مثلاً نماز اور روزہ وغیرہ ہونا چاہیئے"۔

تبصرہ

اس فصل کے معانی واضح ہیں، کسی خاص تشریح کی ضرورت نہیں ہے لیکن ایک نکتہ قابل بحث ہے کہ مصنف نے بیان کیا ہے کہ طالب علم کو بلند ہمت ہونا چاہیئے، خود بلند ہمتی کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ: ہمت انسان کی ایک ایسی باطنی اور روحانی حالت ہے جو اسے اپنے مقصود پر برانگیختہ اور جوشیلا کرنے کی قدرت رکھتی ہے: ایسی وصف (ہمت) کا مالک خود اپنے مطلوب

اور مقصود میں سستی اور مہلت گوارا نہیں کرسکتا، بلکہ وہ اپنی اس حالت میں اس قدر بے قرار مجبور ہوتا ہے کہ مطلوب اور مقصود کے علاوہ کسی چیز کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا، بلند ہمتی کبھی انسانی طبیعت کا لازمہ ہوتی ہے اور کبھی اسے کسب کیا جاسکتا ہے، مقصود کی اہمیت کی حقیقت کے ذاتی کمال کو گہری فکر سے اگر مطالعہ کیا جائے اور ساتھ ہی نفس کے لئے غبطہ (رشک) کو قوت غضبیہ کے شعلے سے بھڑکا کر استعدادی ہمت کو بالفعل بلند مقام تک پہنچایا جاسکتا ہے، اس کے علاوہ اپنے مافوق رتبہ ومقام علم تک پہنچے ہوئے اشخاص کی بلند ہمتوں کے ذکر سے خود میں قوّت ہمّت پیدا کی جاسکتی ہے لیکن بہترین اور حقیقی ہمت کا منبع و مصدر ذات حق تعالیٰ ہے! لباس شریعت میں راہ طریقت کو اختیار کرتے ہوئے ہمت کا کاسۂ گدائی کو مدینة العلم کے دروازہ پر پیش کیا جاسکتا ہے،

لا مذہب اور انسانی اقدار کو پامال کرنے والے لوگوں کو جب علم کی بارش سے محرومیت نصیب نہیں تو چہ جائیکہ ایک الٰہی طالب علم اس سعادت سے محرومیت کا شکار ہو! اے عزیز!! کیا علم کا خزانہ تیرے غیر کا مقدر ہے؟ کیا تجھے ذات حق تعالیٰ نے کوئی وحی بھیجی ہے کہ تجھے بلند علمی مقام نصیب نہیں ہوگا؟ کیا کسی پیغمبر خُدا علیہ السلام سے تیرا علم سے محروم رہنا روایت ہو چکا ہے؟ کیا تجھے علمی نعمت عطاء کرنے میں حضرت حق تعالیٰ کے خزانہ میں کمی آجائے گی؟ کیا تو علمی استعداد سے خالی پیدا کیا گیا ہے؟ کیا تیری مشکلات علماء گذشتہ سے بڑھ چکی

ہیں جو تیرے لئے رکاوٹ ہیں؟ کیا تیری اس مشکل کو حل کرنے میں اللہ تعالیٰ نے تجھے دھتکار دیا ہے؟ جب کہ تیرے غیر کی دُعا کو قبول کرنے کا وعدہ لے رکھا ہے؟ کیا امام العصر عجل اللہ فرجہ الشریف تیری جہالت پر راضی ہیں؟ یا وہ تیرے علم حاصل نہ کرنے پر راضی ہیں؟ قطعی طور پر وہ ہستی تیرے جاہل رہنے پر ناراض اور بلند علمی مقام حاصل کرنے پر خشنود ہیں پھر تو علم سے ہاتھ کھینچ کر شیطان کو راضی اور حضرت حُجت علیہ السلام کو اور بھی ناراض کرنا چاہتا ہے؟

اگر آج قائم آل محمد علیہم السلام تشریف لے آئیں کیا حوزہ علمیہ اور تمام علمی مراکز کو مقفل کر دیا جائے گا؟ کیا علمی تحقیق کی تعطیل کر دی جائے گی؟ کیا علمی بحث مباحثہ ختم کر دیا جائے گا؟ کیا تعلیم و تعلم کی زحمت نہیں کرنی پڑے گی؟

اے میرے عزیز! یقیناً اس کا جواب نفی میں ہے اس لئے تو اپنی کمر ہمت باندھ اور علم کے اعلیٰ مقام کی تگ و دو کر!

کیونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

:ان اللہ تعالیٰ جواد یحب الجود و معالی الامور:

(بحار الانوار: جلد۹۲: صفحہ۱۸۴: حدیث۲۱)

:"اللہ تعالیٰ سخی و جواد ہے وہ جود و سخا اور بلند پایہ اُمور کو محبوب رکھتا ہے!":

باقی رہا حافظہ و نسیان کا بیان تو اطباء نے انسان کے بدن میں چار اخلاط کا تصور دیا ہے اگر یہ چار اخلاط اعتدال پر رہیں تو بدن صحت مند و تندرست رہتا

ہے ورنہ امراض کے لئے زمین ہموار ہو جاتی ہے، وہ چار اخلاط یہ ہیں:

(۱) سوداوی: جس سے انسان کے بدن میں برودت (ٹھنڈک) اور خشکی زیادہ پیدا ہو جاتی ہے خود اس کا علاج گرم اور تر چیز سے کیا جاتا ہے!

(۲) بلغمی: جس سے انسان کے بدن میں برودت اور تری (رطوبت) زیادہ پیدا ہو جاتی ہے خود اس کا علاج گرم اور خشک چیزوں سے کیا جاتا ہے!

(۳) دموی: (خونی) جس سے بدن انسانی میں حرارت اور رطوبت زیادہ پیدا ہو جاتی ہے خود اس کا علاج سرد اور خشک چیزوں سے کیا جاتا ہے!

(۴) صفراوی: جس سے بدن میں حرارت اور خشکی زیادہ ہو جاتی ہے اس کا علاج ٹھنڈی اور تر چیزوں سے کیا جاتا ہے!

خلاصہ ان چار خلطوں میں سے جو خلط انسان کے حافظہ کو نقصان دیتا ہے وہ بلغم ہے جس کی زیادتی نسیان و فراموشی کو جنم دیتی ہے، اس کے اسباب میں سے سب سے بڑا سبب کھانے میں افراط ہے! خود کھانے کو کسی حد تک کم کیا جائے یہ ایک اہم مسئلہ ہے تقلیل غذا پر تو اتفاق ہے لیکن غذا کی مقدار کا مسئلہ متنازع فیہ ہے جہاں تک ماہر و متخصص علماء کے نظریہ کا تعلق ہے تو وہ کھانے کے دو وقت کی پابندی فرماتے ہیں، صبح اور رات کا کھانا میانہ روی کے عین مطابق ہے تین بار کھانا زیادہ روی اور ایک بار کھانا کم ہے لیکن عرفاء خاصہ چوبیس گھنٹے میں صرف ایک دفعہ کھانے کو ترجیح دیتے ہیں تینوں راستے باز ہیں!

راہ میانی روی خود متوسط ہی میں اعتدال ہے: فافهم!!

الفصل الخامس

فی بداية السبق وقدره وترتيبه:

:ينبغی أن يكون بداية السبق يوم الأربعاء كما قال رسول الله ﷺ:(مامن شئی بدأ يوم الأربعاء الّا وقد تمّ):وكلّ عمل من أعمال الخير لا بدّ أن يوقع يوم الأ ربعاء و ذلك لأنّ يوم الأربعاء يوم خلق الله فيه النور وهو يوم نحس فی حق الكفّار فيكون مباركاً للمؤمنين، فأمّا قدر السّبق فی الا بتداء فينبغی أن يكون قدر السبق للمبتدی بقدر مايمكن بالاعادة مرّ تين بالرفق والتدريج فأمّا اذا طال السّبق فی الابتداء واحتاج الی الا عادة عشر مرّات فهو فی الانتهاء أيضاًكذ لك لأ نّه يعتاده كذ لك ، ولا يترك الاعادة بجهد كثير،وقد قيل:(الدرس حرف والتكر ار ألف):

وينبغی أن يبتدی بشئی يكون أقرب الی فهمه، والأساتيذ كانوا يختارون للمبتدیء صغار المتون أقرب الی الفهم والضّبط فينبغی أن يعيد السّبق بعد الضّبط والاعادة كثيراً، ولا يكتب المتعلّم شيئاً لا يفهمه فانّه يورث كلا لة الطّبع وتذهب

الفطنة ويضيع الأ وقات،

وينبغی أن يجتهد فی الفهم من الا ستاذ بالتأمّل والتفكّرو كثرة التّكرار فانّه اذا قلّ السّبق وكثر التكرار والتأمّل يدرك ويفهم ، وقيل: (حفظ حرفين خير من سماع ورقتين): ، فاذا تهاون فی الفهم ولم يجتهد مرّة أومرّتين يعتاد ذلك فی الفهم فلا يفهم الكلام اليسير ، فينبغی أن لا يتهاون فی الفهم بل يجتهد ويدعو الله تعالیٰ ويتضرّع اليه فانّه يجيب من دعاه ولا يخيّب من رجاه ،

پانچویں فصل

سبق کی ابتداء، اس کی مقدار اور ترتیب

مناسب ہے کہ سبق کی ابتداء بدھ کے دن کی جائے جس طرح کہ حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: کہ جو بھی کام بدھ کے دن شروع کیا جائے تو ضرور پورا ہوگا اور انجام بخیر پائے گا: تمام کارِ خیر کے امور کو بدھ کے دن بجالانا چاہیے، کیونکہ بدھ کا دن ایک ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نور کو پیدا کیا اور یہ دن جب خود کافروں کے لئے نحس ہے تو پھر مؤمنین کے لئے پُر برکت ہے!

ابتداء میں سبق کی مقدار اتنی ہونی چاہئے کہ طالب علم آسانی سے اور

تدریجی طور پر دن میں دو دفعہ تکرار کر سکے لیکن اگر سبق اتنا طولانی (زیادہ) ہو کہ ابتداء میں دس دفعہ تکرار کا محتاج ہو تو انتہائی مراحل میں بھی دس مرتبہ تکرار کرنا پڑے گا جب کہ یہ مشکل ہے، کیونکہ طالب علم اس کی عادت بنا چکا ہے، ایسی عادت کو بڑی سخت کوشش سے ترک کیا جا سکتا ہے! جب کہ کہا گیا ہے :درس ایک حرف اور اس کا تکرار ہزار مرتبہ ہونا چاہیئے: طالب علم کو ایسی کتاب شروع کرنی چاہیئے جو سمجھنے میں آسان ہو اس لئے اساتذہ ایسی کتابیں جن کا متن مختصر، سمجھنے میں آسان اور مضبوط ہو، کو اختیار کرتے تھے، پھر یہ سزاوار ہے کہ سبق کا ضبط کے بعد بہت زیادہ تکرار کرے! جس چیز کو نہیں سمجھا اس کو نہ لکھے کیونکہ اس سے طبیعت میں کند ذہنی پیدا ہوتی ہے اور ذہانت ختم ہو جاتی ہے ،ساتھ ساتھ وقت بھی ضائع ہوتا ہے غور وفکر اور درس کے تکرار سے سبق کو استاد سے سمجھنے کی کوشش کرے! جب سبق کم اور تکرار وغور وفکر زیادہ ہو تو سبق کو سمجھے اور درک کرے گا، کہا گیا ہے کہ: دو حرفوں کو یاد کرنا چار صفحوں کے پڑھنے سے بہتر ہے: جب سمجھنے میں سہل انگاری سے کام لیا اور ایک دفعہ بھی تکرار نہیں کیا تو یہ عادت پڑ جائے گی جس کی وجہ سے وہ آسان باتوں کو بھی نہیں سمجھ سکے گا، خلاصہ سمجھنے میں سہل انگاری سے کام نہ لے بلکہ کوشش اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور اسی کی طرف تضرع وزاری کرے، جس نے بھی دعا کی ضرور قبول ہوئی اور جو اس سے اُمید رکھتا ہے اسے اللہ تعالیٰ محروم نہیں کرتا!

:فينبغي ولا بد لطالب العلم من المطارحة والمناظرة ،

وينبغي أن يكون بالا نصاف والتأني والتأمّل ، فيحترز عن الشّغّب والغضب ، فانّ المناظرة والمذاكرة مشاورة انّما يكون لا ستخراج الصّواب ، وذلك انّما يحصل بالتأمّل والا نصاف ولا يحصل با الغضب والشّغّب ، و فائدة المطارحة والمناظرة أقوى من فائدة مجرّد التكرار لأنّ فيه تكرار مع زياده ، قيل:(مطارحة ساعة خير من تكرار شهر)لكن اذا كان منصفاً سليم الطّبع ، وايّاك والمناظرة مع غير مستقيم الطّبع فانّ الطبيعة مسترقّة والأخلاق متعدّية والمجاورة مؤثرة،

و ينبغي لطالب العلم أن يكون متأ مّلًا في جميع الأوقات في دقائق العلوم ويعتاد ذلك فانّما يدرك الدقائق بالتأمّل ، ولهذا قيل:(تأمّل تدرك) ، ولابدّ من التأمّل قبل الكلام حتّى يكون صواباً ، فانّ الكلام كا لسّهم فلا بدّ من تقديمه بالتأمّل قبل الكلام حتّى يكون ذكره مصيباً في اصول الفقه ، هذا أصل كبير وهو أن يكون كلام الفقيه المناظر بالتأمّل ، ويكون مستفيداً في جميع الأحوال والأوقات وعن جميع الأشخاص ، قال رسول الله ﷺ:(الحكمة ضالّة المؤمن أينما وجدها أخذها) ، وقيل:(خذ ما صفىٰ ودع ماكدر)، وليس لصحيح البدن والعقل

عذر فی ترک العلم !

وللمتعلّم أن يشتغل بالشّكر باللسان والأركان بأن يرى الفهم والعقل والعلم من الله تعالىٰ ، ويراعى الفقراء بالمال وغيره ، ويطلب من الله العزيز التوفيق والهداية فانّ الله تعالىٰ هاد لمن استهداه و(من يتوكّل على الله فهو حسبه انّ الله بالغ أمره قد جعل الله لكل شئى قدرا):

طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دوستوں میں سے کسی سے درسی مباحثہ ومناظرہ کرے! خود یہ مباحثہ انصاف وغور وفکر اور تحمل سے ہونا چاہئے! شور وغوغا اور غصہ سے مباحثہ میں خود طالب علم احتراز کرے، کیونکہ مباحثہ خود خیال ونظر کا ردّ وبدل اور مشورہ لینا ہوتا ہے! حق صرف اسی وقت معلوم ہوسکتا ہے جب وہ انصاف اور غور وفکر سے حاصل ہو، خود حقیقت تک شور وغوغا، غیظ اور غضب سے نہیں پہنچا جا سکتا! مباحثہ اور مناظرہ کا فائدہ خالی تکرار کر لینے سے زیادہ مفید ہے کیونکہ مباحثہ میں تکرار کے ساتھ اور علمی فائدہ بھی ہو جاتا ہے، کہا گیا ہے کہ: مباحثہ کا ایک گھنٹہ ایک مہینے کے خالی تکرار سے بہتر ہے: لیکن یہ اسی وقت ہے جب مباحثی انصاف اور مثبت پہلو سے مباحثہ کرے، ٹیڑھی اور منفی طبیعت رکھنے والے مباحثی سے تجھے بچنا چاہئے کیونکہ طبیعتیں نازک، اخلاق مؤثر اور ہمسائیگی میں تاثیر ہوتی ہے، علم کی باریکی میں

تمام اوقات میں طالب علم غور وفکر کرتا رہے! کیونکہ دقیق مسئلے غور وفکر ہی سے حل ہوتے ہیں اس لئے کہا گیا ہے کہ: غور وفکر کرتا کہ تو علم کو پالے، بات کرنے سے پہلے تامل ضروری ہے تاکہ کلام صحیح واقع ہو، خود سُخن وبات ایک تیر کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے بات کرنے سے پہلے غور وفکر ضروری ہے تاکہ اس کی بات غلط واقع نہ ہو، اس لئے اصول فقہ میں ایک بہت ہی قوی کلیہ ہے وہ یہ ہے کہ: فقیہہ مباحثی کا کلام غور وفکر سے ہونا چاہئے! تمام اوقات واحوال اور تمام اشخاص سے طالب علم استفادہ کرتا رہے جہاں تک یہ ممکن ہو، حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: کہ حکمت مؤمن کی گم شدہ میراث ہے جہاں بھی اسے دیکھے فوراً پالے: اور کہا گیا ہے کہ: جو عمدہ چیز ہو لے لو اور ردّی چیز کو چھوڑ دو، جس کا بدن اور عقل سالم ہے اس کے لئے علم کو ترک کرنے کے لئے کوئی جائز بہانہ نہیں ہے، زبان اور اعضاء سے طالب علم شکر خُدا میں مشغول رہے، وہ یوں کہ فہم، عقل اور علم کو خود اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور فیض سمجھے، خود مال وغیرہ سے فقراء کی رعایت کی جائے اور اللہ تعالیٰ ہی سے علمی توفیق وہدایت کو طلب کرے کیونکہ جس نے ہدایت چاہی اس کی اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی، جو توکل کرتا ہے تو اسے خُدا کافی ہے! ہر چیز کا اللہ تعالیٰ نے ایک خاص طریقہ معین کیا ہے جو کوئی اس کو اپنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کا انجام بخیر دینے والا ہے!

:ینبغی لطالب العلم أن یکون ذا همّة عالیة لا یطمع فی أموال النا س ، قال رسول الله ﷺ:ایّاك والطّمع فانّه فقر حاضر): فلا یبخل بما عنده من المال بل ینفق علی نفسه وعلی غیره ، وقال رسول الله ﷺ:(الناس کلهم فی الفقر مخافة للفقر) : ، وکان فی الزمان الأوّل یتعلّمون الحرفة ثم یتعلّمون العلم حتی لا یطمعو ن فی أموال الناس، وفی الحکمة:(من استغنی بمال الناس افتقر) والعالم اذا کان طا معاً لا یبقی له حرفة العلم ولا یقول بالحق،

وینبغی لطالب العلم أن یعدّ نفسه ویقدّر تقدیراً فی التکرار فانّه لا یستقر قلبه حتّی لا یبلغ ذلك المبلغ ، ینبغی أن یکرّر سبق الأمس خمس مرّات ، وسبق الیوم الّذی قبل الأمس أربع مرّات ، وسبق الّذی قبله ثلاثاً ، والّذی قبله اثنان ، والّذی قبله واحداً،فهذا أدعی وأقرب الی الحفظ والتّکرار فینبغی أن لا یعتاد المخافة فی التّکرار لأن الدرس والتّکرار لا بدّ أن یکون بقوّة ونشاط ، ولا یجتهد جهداً یجهد نفسه لئلّا ینقطع عن التّکرار فخیر الا مور أوسطها ، ولا بدّ له من المداومة فی العلم من أوّل التحصیل الی آخره:

طالب علم کے لئے سزاوار ہے کہ بلند ہمت ہونا چاہئے لوگوں کے مال

پر نظر رکھتے ہوئے طمع نہ کرے، حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: تم طمع سے دُور رہو! کیونکہ طمع ولالچ رکھنے والا بالفعل فقیر ہے: اس لئے ہم مال کے خرچ کرنے میں بخل وکنجوسی نہ کریں بلکہ خود اپنی اور اپنے علاوہ دوسروں کی ضروریات پر ہمیں مال خرچ کرنا چاہئے! حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: تمام لوگ فقیری کے خوف سے خود فقیری میں مبتلا ہیں:! پہلے زمانے کے علماء ابتدائی طور پر کوئی فن یا صنعتی کام سیکھتے تھے اس کے بعد علم حاصل کرتے تھے تاکہ لوگوں کے مال ودولت میں نظر طمع سے بچ سکیں، حکیمانہ قول ہے کہ جو لوگوں کے مال کے ذریعے سے تونگری حاصل کرتا ہے وہ اور زیادہ فقیر ہوجاتا ہے، جس وقت عالم طمع ولالچ کا شکار ہوجاتا ہے تو علم کا حصول اس کے لئے باقی نہیں رہتا بلکہ ساتھ ہی وہ حق گوئی سے محروم ہوجاتا ہے! طالب علم کے لئے سزاوار ہے کہ اپنے درس کے تکرار کی حد متعین کرتے ہوئے اپنے آپ کو آمادہ کرے! کیونکہ جب تک اس معین حد تک تکرار نہ کرلے اس کا دِل مطمئن نہیں ہوگا، اسے چاہئے کہ گذشتہ کل کا درس پانچ دفعہ اور اس سے پہلے درس کو چار دفعہ اور اس سے پہلا درس تین دفعہ اور اس سے پہلا درس دو دفعہ اور اس سے پہلا درس ایک دفعہ دہرائے !! یہ رویہ حفظ وتکرار کے لئے بہت ہی سہل اور آسانی پیدا کردیتا ہے پھر طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ سبق دہرانے کو بوجھ سمجھتے ہوئے خود اس دہرانے کا خوف اس پر نہ چھا جائے کیونکہ درس اور ا

س کا دہرانا قوت ونشاط کی حالت میں ہونا چاہئے ، پھر اس حد تک خود پر درسی مشقت ومحنت مسلط نہ کرے کہ درس کے تکرار کا سلسلہ منقطع ہو جائے ، بہترین روش میانہ روی ہے ، ساتھ ہی طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ علم حاصل کرنے کے اوّل سے تا پایانِ تعلیم درسی سلسلہ جاری رکھے خود درمیان میں اس سلسلے کو معطل نہ کرے!!

تبصرہ

اس فصل میں تین نکات پر توجہ ضروری ہے:

(۱) مباحثی اور ہم نشین کا انتخاب (۲) توکل (۳) درسی تکرار

مباحثی اور ساتھی جس طرح کہ مصنف نے بیان کیا ہے سلیم الطبع ہونا چاہئے ، فصل ثالث میں بھی ساتھی یا دوست کا تذکرہ ہوا ہے ، وہاں بھی مصنف نے بیان کیا ہے کہ: **واعتبر الصاحب بالصاحب**: دوست کو اس کے دوست سے پہچانو یعنی اگر اس کا گہرا دوست اور اٹھنے بیٹھنے والا متقی و پرہیز گار انسان ہے تو اس کو بھی تقریباً ویسا ہی گمان کرو اگر اس کا گہرا دوست فاسق آدمی ہے تو حتماً اسے بھی اس کی طبیعت سے انس اس لئے ہے کہ یہ خود اپنے باطن میں وہی خصلت رکھتا ہے! ورنہ دو متضاد و متناقض چیزوں کا ایک دوسرے کے نزدیک ہونا محال ہے ، اگر بالفرض محال نہ سمجھا جائے تو لا اقل بہت ہی مشکل ہے کہ آگ و پانی ، دن و رات ، وجود اور لا وجود ، خوشبو و بدبو جمع ہو جائے اور

اسی طرح بہت ہی مشکل ہے کہ خبیث اور پاک وطیب روح آپس میں حقیقی طور پر جمع ہو جائیں! جب بھی آپ ایک برے آدمی کو اچھے یا اچھے کو برے یا دوسرے لفظوں میں شریف کو کمینہ اور مہذب کو لا مہذب سے گہرے تعلقات کے روپ میں دیکھیں گے تو ضروری ہے کہ ان دونوں میں ایک ایسی مناسبت اور اشتراک باطنی پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل گئے ہیں جوں ہی یہ مناسبت اختتام پذیر ہوتی ہے وہ خود ایک دوسرے کو چھوڑ جاتے ہیں! پس اگر کسی کو پہچاننا ہو تو آسان اور بہترین میزان اس کی دوستی اور کسی سے عدم دوستی ہے ، حضرت رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں: **المرء علی دین خلیله**: ہر آدمی اپنے دوست کے مذہب و دین پر ہوتا ہے: لیکن ممکن ہے اس کلیہ سے منافق اور کچھ ریاء کار افراد مستثنیٰ ہوں! اسی طرح دوسرا طریقہ اچھے دوست کا اس کے اعمال و آثار سے آشنا ہونا ہے کیونکہ غالب طور پر انسان میں اچھے یا برے افعال وصفات اس کے باطن کی ترجمانی کرتے ہیں اسی لئے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں:

:لا یصدر عن القلب السلیم الا المعنی المستقیم:(غرر الحکم)

”صحیح وسالم قلب وروح سے پر استقامت، معتدل فکر اور اخلاق کے علاوہ کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی ہے“:

:اذا احب اللّٰه سبحانه عبدا رزقه قلبا سلیما وخلقا قویما:

(غررالحکم: ص ۶۷)

''جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا محبوب بناتا ہے تو اسے سالم روح اور معتدل و شائستہ اخلاق عطاء فرماتا ہے'':

جن کی دوستی مفید یا غیر مفید ہے ان کی تشخیص دینے میں خود امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے کلام مقدس سے استفادہ کیا جاتا ہے،

:معاشرة ذوی الفضائل حياة القلوب:(غررالحکم)

''صاحب فضیلت لوگوں کے میل جول میں ارواح اور قلوب کی زندگی وحیات ہے'': پھر فرماتے ہیں:

:عمارة القلوب فی معاشرة ذوی العقول:(غررالحکم)

''عقل مند لوگوں کے میل جول میں انسانی روحوں کی تعمیر وتکمیل ہے'':

:صحبة الولی اللبيب حياة الروح:(غررالحکم: ص ۴۲۹)

''عقل مند دوست کی صحبت اور رابطہ میں روح کی زندگی ہے'':

:احذر مصاحبة كل من يقبل رأيه وينكر عمله فان الصاحب معتبر بصاحبه:(غررالحکم: ص ۴۳۳)

''ہر اس شخص کی دوستی سے باز رہو جس کی فکر ونظر قابل قبول لیکن خود اس کے عمل اور چال چلن کا ناشائستہ ہونے کی وجہ سے انکار کر دیا جاتا ہے اور ساتھی کو اس کے ساتھی سے پرکھا جاتا ہے'':

:ينبغی لمن اراد صلاح نفسه واحراز دينه ان يجتنب مخالطة ابناء الدينا :(غررالحکم: ص ۳۱۹)

''جو اپنے نفس کی اصلاح اور اپنے دین کی حفاظت اور مضبوطی چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اسے دُنیا پرستوں کے میل جول سے (خواہ وہ اہلِ علم کے روپ میں ہی کیوں نہ ہوں) کنارہ کشی کرنی چاہیئے'':

کیونکہ کتاب کا اختصار ملحوظ نظر ہے ورنہ اور بھی فیض مقدس علی علیہ السلام سے استفادہ کیا جا سکتا ہے،

:التوکل: توکل کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ:

:التوكّل تسليم الا مور كلّها الی الله مالكها والتعويل علی وكالته:

''تمام امور کو اس کے مالک حقیقی حضرت حق تعالیٰ کے سپرد کر دینے اور اس کی وکالت پر اعتماد رکھنے کا نام توکل ہے'': یہ ایک ایسی انسانی روحانی صفت ہے جو خاص بندوں کو نصیب ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

:وعلى الله فتوكلوا ان كنتم مؤمنين:(سورہ مائدہ: آیت ۲۳)

''صرف اللہ جل جلالہ پر توکل کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو'':

یعنی ایمان کی شرط توکل ہے، توکل کا فقدان ایمان کے نقص پر نص ودلیل ہے،

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

:التوكّل من قوة اليقين:(غررالحکم: ص ۱۹۶)

"یقین کی قوت سے توکّل کو وجود ملتا ہے":

:اقوی الناس ایمانا اکثر هم توکّلا علی اللہ سبحانه:(غرر الحکم:ص۱۹۶)

"لوگوں میں سب سے زیادہ ایمان دار وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر سب سے زیادہ توکّل رکھنے والا ہے":

:من توکّل علی اللہ ذلت له الصعاب وتسهلت علیه الا سباب وتبوا علیه الخفض والکرامة:(غرر الحکم:ص۱۲۷)

"جس نے اللہ تعالیٰ پر توکّل کی اس کے لئے مشکلات آسان ہو جاتی ہیں اور ہر کام کے اسباب مہیا اور وہ آسودگی اور بزرگی وعظمت تک جا پہنچتا ہے":

باقی رہا درس کا تکرار تو کم از کم دو تین دفعہ ہر درس کا تکرار ضروری ہے جس طرح کہ مصنف نے ایک ترتیب بتائی ہے اگرچہ امکان وقوعی کی حیثیت رکھتی ہے اور بزرگان اس پر عمل کرتے رہے ہیں اس تکرار سے صرف ہدف خود میں ایک صلاحیت اور ملکہ پیدا کرنا ہے، تو آج کل اس کا جیسے کہ حوزہ علمیہ میں یہ طریقہ رائج ہے کہ ایک ہی موضوع کی چند کتابیں درسی عنوان سے پڑھی جائیں تو چند کتابیں ایک ہی موضوع کی خود اس میں اس سے بھی زیادہ جو کہ مصنف نے بیان کیا ہے تکرار ہو جاتا ہے اگر توفیق کا سیلان اس موفقِ حقیقی کے وجود اقدس ومقدس ولا محدود سے جاری وساری ہو اور ہمارے دامن استعداد کی کم ظرفی خود اس فیاض کے فیض کے لئے رکاوٹ نہ بنے تو علمی سعادت ہر

انسان کا مقدر ہو سکتی ہے:

:یامن یُعطی من سئله و یامن یُعطی من لم یسئله ومن لم یعرفه تحنّنا منه ورحمة اعطنا بفضلك یا کریم یاکریم:

(مفاتیح الجنان دُعائے رجبیه)

"اے وہ ذات جواد! جو تجھ سے سوال کرتا ہے اسے بھی تُو عطاء کرتا ہے اور جو تجھ سے سوال بھی نہیں کرتا تو اسے بھی اور جو تجھے نہیں پہچانتا اُسے بھی تُو اپنے احسان اور رحمت کے طور پر عطاء کرتا ہے":

الفصل السادس

فی التوکّل

:لا بدّ لطالب العلم من التوکّل ولا یهمّ لأمر الرزق، ولا یشغل قلبه بذلك، ویصبر لأنّ طلب العلم أمر عظیم و فی طلب تحصیله أجر جزیل، وهو أفضل من القراءة عند أكثر العلماء فمن صبر علی ذلك فقد وجد لذّة تفوق سائر لذّات الدنیا ولهذا كان محمّد بن الحسن الطوسیّ (رحمه الله) اذا أسهر اللّیالی وحُلّ له مشكلات یقول: (این أبناء الملوك من هذه اللّذة)، وینبغی أن لا یشغل بشئیءٍ ولا یعرض عن الفقه والحدیث والتّفسیر والقرآن:

چھٹی فصل

توکّل میں

طالب علم کے لئے اللہ تعالیٰ پر توکّل کرنا ضروری ہے اور اس لئے وہ رزق کے بارے میں غمگین نہ ہو اور نہ ہی رزق کے رنج میں اپنے آپ کو مصروف کرے بلکہ صبر واستقامت سے کام لے کیونکہ علم حاصل کرنا ایک عظیم مقصود ہے اور اس کے حصول میں مشغول ہونا بہت بڑے اجر وثواب کی ضمانت ہے، اکثر علماء کے نزدیک قرآن کی تلاوت سے (کیونکہ قرآن کا سمجھنا علم پر موقوف ہے) افضل ہے، جس نے علم حاصل کرنے میں صبر واستقامت سے کام لیا وہ ایک ایسی روحانی لذت پائے گا کہ دنیا کی تمام لذتوں سے بالاتر ہوگی !اسی لئے جب سحر کے وقت محمد ابن حسن طوسیؒ کے علمی مسائل حل ہو جاتے اور ان سے ایک لذّتِ عقلی محسوس کرتا تو کہتا تھا بادشاہوں کے بیٹوں کو (جو کہ عیش میں مست ہوتے ہیں) یہ علمی عقلی لذت کہاں نصیب ہے؟: طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ کسی بھی دنیاوی چیز میں مشغول نہ ہو اور نہ ہی فقہ، حدیث، تفسیر اور تلاوت قرآن سے اعراض کرے!.

تبصرہ

اس فصل میں دو اہم چیزوں پر مصنف نے زور دیا ہے ایک توکّل اور

دوسرا علمی لذت کا ادراک ہے: توکّل کا مختصر سا بیان فصل گذشتہ میں بھی ہو چکا ہے یہاں کچھ تفصیل دی جاتی ہے! توکّل کی تعریف تو واضح ہے کیونکہ خُدا پر اعتماد نہ ہونے کی ضد توکّل ہے یعنی تمام اُمور کو خُدا کے حوالے کرتے ہوئے ان کے انجام خیر کا انتظار کرے اور مطمئن ہو جائے کہ اس کے تمام اُمور احسن طور پر حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے انجام کو پہنچیں گے! ساتھ ہی تمام قوتوں کی حول وقوت سے بیزاری کرتے ہوئے صرف اللہ تعالیٰ کی قوت بے پایاں کا دلی طور پر اقرار کرے، اگر ماسویٰ واجب الوجود کے کسی میں کوئی کمال وقوت نظر آتی ہے تو وہ اس بحرایزدی کے وجود سے ظہور پذیر ہوتی ہے!

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم: کا کیا معنی ہے؟ توکل کا مفہوم یہی نورانی جملہ ہے، توکّل کی بنیادی حیثیت دو چیزوں پر موقوف ہے: ایک تو خُدا کی ذات حقّہ پر یقین واعتماد اور دوسرا قوت روح ونفس ہے جس کی بدولت توکّل جیسا مقامِ والا حاصل ہوتا ہے! جب پروردگار کائنات کی ذات پر کوئی انسان عدم اعتمادی کی فضاء کو اپنے باطن میں جگہ دے تو اس کی توحید ضعیف ہے خصوصاً توحید افعالی میں ضُعف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے یا تو اس کی قوتِ غضبیہ ضعیف ہے جس کی وجہ سے اس کا نفس بے اعتمادی کا شکار ہوتا ہے، علماء اخلاق نے یقین توحید اور قوتِ نفس کے حصول کے لئے جو اصول وضوابط علم اخلاق کی کتابوں میں لکھے ہیں آپ ان

کتابوں کی طرف رجوع کریں،

مقدس کتاب قرآن مجید میں ارشاد حق تعالیٰ ہے:

ومن یتوکّل علی اللّٰہ فھو حسبہ: (سورہ الطلاق: آیت ۳)

"جو بھی اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا اسے خُدا کافی ہے":

لیکن کوشش کرنا انسانی وظیفہ ہے یعنی جو چیز انسان کے اختیار میں ہے اس حد تک خود کوشش کرے اور جو چیز انسان کے اختیار میں نہیں ہے اسے خُدا کے حوالے کر دے، اگر چہ یہ کوشش بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے! اس لئے کوشش کرنا توکل کے منافی اور مخالف نہیں! پروردگار عالم نے ہر چیز کے اسباب اور ذریعے بنائے ہیں اگر وہ اسباب انسان کے لئے ممکن ہیں تو ان اسباب کو انجام دیتے ہوئے توکّل کو اختیار کرے! ورنہ بغیر اسباب انجام دینے کے کوئی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے تو یہ توکّل نہیں بلکہ یہ حماقت ہے!

ایک اعرابی مدینہ منورہ میں رسول خُدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیرا اُونٹ کہاں ہے؟ اعرابی نے جواب دیا: **توکّلت علی اللّٰہ**: یعنی میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے مدینہ سے باہر جنگل میں چھوڑ دیا، تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **اعقلہ وتوکّل**: پہلے اُس کے پاؤں کو رسی سے باندھ پھر خود اللہ تعالیٰ پر توکّل کر!:

حضرت موسیٰ علیہ السلام بیمار ہوئے تو بنی اسرائیل کے کچھ افراد آئے اور کہا:

فلاں فلاں دوائی اس کا علاج ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: دوا استعمال کیئے بغیر اللہ تعالیٰ شفاء دے گا تو وحی نازل ہوئی کہ اے موسیٰ علیہ السلام تجھے شفاء نہیں دوں گا! جب تک تم اس دوائی کو استعمال نہیں کرو گے جیسا کہ لوگوں نے تجھے اس دوائی کا کہا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ معالجہ کیا اور صحت مند ہو گئے، خُدا نے وحی بھیجی کہ اے موسیٰ علیہ السلام تو اپنی توکل سے میرے نظام کو جو اسباب پر میری حکمت کے تحت موقوف ہے باطل کرنا چاہتا ہے؟ اور جو اثرات میں نے دوائیوں اور جڑی بوٹیوں میں قرار دیئے ہیں، تُو ان کو بے کار و مہمل سمجھتا ہے؟ توکّل کے تین درجے ہیں:

(۱) پہلا یہ کہ خود خُدا پر اعتماد واطمینان کی کیفیت ایسے ہو جیسے کوئی شخص اپنے وکیل ونمائندہ پر اعتماد کرتا ہے کہ میرا کام خود میرے وکیل کے سپرد ہے، خود وکیل اسے درست انجام دے گا، یہ توکّل کا ضعیف درجہ ہے!

(۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس توکّل کرنے والے کا حال مثل دودھ پیتے بچے کا اپنی ماں کی نسبت جو اعتماد ہوتا ہے ایسا اعتماد متوکل کا خود خُدا پر ہو، بچہ اپنی ماں کے علاوہ کسی کو نہیں پہچانتا جوں ہی ماں کو پاتا ہے اس سے لپٹ جاتا ہے اور ماں کے غیر پر اعتماد کھوئے ہوئے ہوتا ہے کوئی حادثہ پیش آئے تو بچہ کی زبان پر ماں کا نام جاری ہوتا ہے! اسی طرح اس درجہ پر توکّل کا حامل شخص توکّل میں اس طرح غرق ہے کہ خُدا کے علاوہ کوئی اور پناہ گاہ اس کی نظر میں نہیں اور وہ

تمام امور کو ذات حق تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں دیکھتا ہے!

(۳) تیسرا مقام توکل یہ ہے کہ آدمی خُدا کے حضور ایسے ہو جیسے میت غسل دینے والے کے ہاتھوں میں ہوتی ہے یعنی متوکل انسان خود کو اللہ تعالیٰ کے حضور میت کے طور پر خیال کرتا ہے اور تمام حرکات وسکنات یہاں تک کہ اس توکل کے ارادہ وعزم کو بھی خُدا کی طرف سے عطاء شدہ نعمت شمار کرتا ہے! اس مرتبہ ومقام کا شخص کبھی دعا وسوال کو بھی خُدا پر اعتماد کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہے! یہ توکل کا آخری مقام ہے، انشاء اللہ ایسی عنایت کو قبول کرنے کی استعداد و ظرفیت ہم تمام طالب علموں کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے اور کوئی انسان اس محرومیت کا خود کو مصداق نہ پائے، بطور اختصار توکل کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے عقیدۂ توحید کو مضبوط اور محکم کرے، تمام امور کو حضرت حق تعالیٰ کے دست قدرت میں سمجھے، اس کے علاوہ کوئی حول وقوت اگر ہے بھی تو سب کی سب موجودات خود اسی چشمہ کل الکمال کے کنارے کاسہ گدائی لئے ہوئے ہے! اس لامحدود کائنات کو عدم ونیستی سے وجود کی فضاء بخشنے میں صرف پروردگار حق کی تدبیر کارفرما ہے! اسی نے تمام موجودات کو وجودی تاج پہنایا ہے، کسی کے وجود کو کم اور کسی کے وجود کو زیادہ واسطے قرار دے کر حقیقت میں اپنی حقیقت کا اظہار فرمایا ہے، کیا انسان ابتدائی مرحلہ میں رحم مادر میں اپنے لوازمات زندگی کو خُود اپنی قوت اور شعور سے حاصل کرتا رہا ہے؟ لیکن وہ فیاض

ہستی ہے جس نے انسان کے اس تاریک دور میں اس کی ہر احتیاج کو پورا کیا ورنہ انسانی انتہائی کوشش وتدبیر ابھی تک ان لوازمات کو چہ جائیکہ پورا بلکہ ان کو سمجھنے سے قاصر رہی ہے!

انسان کی زندگی کا دوسرا مرحلہ شکم مادر سے جدا ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے جب کہ بچہ میں اپنے منہ سے چبانے اور غذا کو ہضم کرنے کی استعداد نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی غذا کے لئے ماں کے پستانوں کی صورت میں دودھ کی دو نہریں جاری کیں تا کہ نازک بدن کی نشو ونما ہو سکے، انسانی زندگی کا تیسرا مرحلہ دو سال کے بعد شروع ہوتا ہے، اس زمانے میں بچہ کھانے کو ہضم کرنے کی صلاحیت پیدا کر لیتا ہے لیکن کمانے اور محنت مزدوری کی صلاحیت نہیں ہوتی! تو پروردگار کائنات اس کے والدین کو اس کا خادم قرار دیتا ہے یہاں تک کہ وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے!

زندگی کا چوتھا مرحلہ تقریباً سن بلوغت کے بعد شروع ہوتا ہے، اے انسان! اے طالب علم عزیز! جب ذات حق تعالیٰ نے تجھے تیری اس زندگی کے ایسے تین مرحلوں میں جن میں تو انتہائی ضعیف وناتواں تھا اور زندگی کے وسائل ولوازمات تیری وسعت سے باہر تھے تو تیری مدد کی اور تیرے لیے تمام اسباب مہیا کئے، جس کا تجھے تصور تک بھی نہیں تھا تو آیا اس چوتھے مرحلے میں جب کہ تو نہایت ہی قوت کا حامل ہے، اپنی زندگی کو خود ادارہ کر سکتا ہے کیا جواد

وفیاضِ کائنات تیری مدد نہیں کرے گا؟ کیا تیری اس نے پہلے مدد نہیں کی؟ کیا اس نے ہر چیز کو لاشعوری طور پر وجود کے تکمیلی مراحل تک نہیں پہنچایا ہے؟ کیا اس کے خزانے ہر نعمت سے پُر نہیں ہیں؟ کیا تمام اسباب اس کے ہاتھ سے نعوذ باللہ نکل کر دوسروں کی گرفت و قبضہ میں آ چکے ہیں؟

اے عزیز! اپنے آپ کو دیکھو! اگر کوئی شخص خود تجھے کسی امور میں اپنا وکیل بناتا ہے تو وہ اپنے امور کو تجھ پر اعتماد کرتے ہوئے تیرے حوالے کر دیتا ہے، تو ایک امکانی حد تک خود تُو اُن امور کو مصلحت کے مطابق بڑی جدوجہد سے انجام دینے کی کوشش کرتا ہے اس میں تُو کوئی کوتاہی نہیں کرتا! کیونکہ اس نے تجھے اپنا معتمد جان کر تجھ پر بھروسہ کیا اور پھر تُو کوئی کوتاہی نہیں کرتا! کیونکہ عقل انسان کو مجبور کرتی ہے کہ اس اعتماد کرنے والے کی حوصلہ شکنی نہ ہو پائے جب کہ تمام وسائل انسان کے ہاتھ میں نہیں ہوتے ہیں تو پھر جس ہستی مطلق کے ہاتھ میں تمام امور اور اسباب بلکہ ان کی حرکات و سکنات ہیں پھر ان میں کسی قسم کی کمی بھی نہ ہو، ساتھ ہی وعدہ کا سختی سے کاربند بھی ہو، اب تک کسی سے اس نے وعدہ خلافی بھی نہ کی ہو اور آئندہ بھی اس کے خزانوں میں کمی کا تصور تک ممکن نہ ہو تو پھر کیا اس پر اعتماد نہ کیا جائے؟ تو کیا اس ہستی پر نعوذ باللہ انسان کے برابر بھی اعتماد نہ کیا جائے؟ پھر اس سے زیادہ انتہائی شرمندگی کی یہ بات ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ پر انسان کے برابر تو کجا بلکہ کئی ہی گنا انسان سے

کمتر اعتماد بھی نہ کرے؟ بلکہ اصلاً سرے سے اس ہستی پر اعتماد ہی نہ کرے! کیا یہ ایمان ہے؟ کیا یہ توحید پر ایمان ہے؟ خُدا کی یہ وقعت: **نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا وسیئات اعمالنا:** ''ہم خُدا سے تمام نفسی برائیوں اور اپنے بُرے اعمال سے پناہ چاہتے ہیں'': انسان اپنے ابتدائی نطفہ پدر و مادر کی حرکت سے سن بلوغت تک کے لامحدود مراحل کو تصور اور ان کی احسن تکمیل پر غور و فکر کرے تو خود بخود اس میں توکّل جیسی عظیم صفت پیدا ہو جائے گی ورنہ وہ اپنی بدقسمتی پر افسوس کرے! میں حقیر آخر میں دہانِ مقدس عصمت اور ولایت علیہم السلام سے چند احادیث کو بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں:

عن ابی عبداللّٰہ علیہ السلام: قال من اعطی ثلاثا لم یمنع ثلاثا من اعطی الدعا اعطی الاجابة ومن اعطی الشکر اعطی الزیادہ ومن اعطی التوکل اعطی الکفایه قال اللّٰہ تعالیٰ: ومن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبه لئن شکر تم لا زید نکم اد عونی استجب لکم: (اُصول کافی: ج۲)

''حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جسے تین چیزیں عطاء کی جائیں وہ ان کے علاوہ مزید تین چیزوں سے محروم نہیں رہتا: جسے اللہ سے دُعا کرنے کی توفیق مل جائے تو اسے اجابت و قبولی اور جسے شکر کی نعمت نصیب ہو تو اسے نعمت کی زیادتی نصیب ہوتی ہے، جسے توکّل عطاء ہو جائے تو اسے تمام امور میں

استغناء وقناعت حاصل ہوجاتی ہے! کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''جس نے اللہ تعالیٰ پر توکل واعتماد کیا تو وہ اس کے لئے کافی ہے، اگر تم نے شکر کیا تو اپنی نعمتوں میں اضافہ کروں گا اور تم مجھے پکارو تا کہ میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں'':

:عن الحسن قال سئلت الرضاؑ: جعلت فداك ماحد التوكل؟ فقال لی ان لا تخاف مع الله احدا: (اُصول کافی: ج۲)

''راوی کہتا ہے میں نے حضرت امام رضاؑ سے سوال کیا کہ میں آپؑ پر قربان جاؤں توکل کی تعریف کیا ہے؟ تو فرمایا: کہ توکل یہ ہے کہ تُو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے کسی امر وامور میں خوف نہ کھائے'':

:قال علیؑ: من توکل علی الله غنی عن عباده:

''جس نے اللہ تعالیٰ پر توکل واعتماد کیا وہ اس کے بندوں سے بے نیاز ہوجاتا ہے'': (غرر الحکم: ص۲۱)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقلی وغضبی وشہوی اور وہمی جیسی بڑی قوتیں عطاء کیں ہیں ان چاروں قوتوں میں انسان کی انسانیت صرف عقلی قوت کی وجہ سے خود حیوانوں سے ممتاز ہے، ان چاروں قوتوں کے لئے لذتیں ہیں: قوتِ غضبیہ، قوتِ شہویہ اور قوتِ وہمیہ کی اپنی اپنی لذتیں ہیں، اسی طرح عقلی قوت کی اپنی لذت ہے، غضبی، شہوی اور وہمی قوت کی لذت اگر کیفیت کے لحاظ سے

جس قدر بھی زیادہ اور قوی ہو بالآخر وہ حیوانی لذت ہے، کیونکہ یہ تینوں قوتیں صرف حیوانیت سے مخصوص ہیں خود عقلی قوت صرف انسانی قوت ہے تو اس کی لذت بھی انسانی لذت ہوگی! جس طرح حیوانی قوتیں اگر چہ اعتدال پر نہ ہوں بلکہ ضعیف یا بیماری میں مبتلا ہوں تو ان کو حیوانی لذت یا تو محسوس ہی نہیں ہوتی اگر بالفرض ہو بھی تو کامل لذت حیوانی محسوس نہیں ہوگی، اسی طرح اگر انسانی قوت یعنی عقل ضُعف کا شکار ہو یا بیمار ہو (البتہ ہر ایک قوت کی بیماری اپنے مرتبے میں ہوتی ہے) یا حد اعتدال پر نہ ہو تو انسانی لذت کا بھی یا تو احساس وادراک ہی نہیں ہوگا اگر ہو بھی تو بہت ہی ضعیف ہوگا، اگر دوسری حیوانی قوتوں کی طرح انسانی قوت عقلی اعتدال پر ہو تو اسے اپنی غذا سے لذت آئے گی، انسان کی عقل کی غذا علم ہے یا عمل نیک ہے، جس طرح حیوانی قوتیں شدید قوت کی حالت میں ہوں گی تو شدید لذت کا احساس کریں گی! اسی طرح اگر عقلی قوت عروج پر ہوگی تو اس کی لذتیں بھی عروج پر ہوں گی اور اسے اس کی لذت کا زیادہ ادراک واحساس ہوگا! علم سے لذت محسوس نہ کرنا خود عقلی قوت کا پایہ مضبوط نہ ہونے کی دلیل ہے، جن لوگوں کی عقلی قوت مضبوط ومحکم تھی وہ علم حاصل کرنے میں کبھی بھی خستگی پذیر نہ ہوئے اور اتنے بلند مقام پر عملی لذتیں حاصل کرتے ہوئے پہنچے کہ جن کے نورِ علم سے ہم آج بھی استفادہ کرر ہے ہیں!

:اللهم ارزقنا لذة العلم والعمل بحق محمد وآل محمد ﷺ:

:"بارالہا ہمیں بحق محمد وآل محمد ﷺ علمی اور عملی لذت عطافرما"، آمین:

الفصل السابع

فی وقت التحصیل

قیل:(وقت التعلّم من المهد الى اللّحد) وأفضل أو قاته شروع الشباب ووقت السحر وما بين العشاء ين ، وينبغى أن يستغرق جميع أوقاته فاذا ملّ من علم يشتغل بعلم آخر، وكان محمد بن الحسن لا ينام اللّيل ، وكان يضع عنده دفاتر اذاملّ من نوع ينظر الى نوع آخر ، وكان يضع عنده الماء ويزيل نومه بالماء ، وكان يقول: النوم من الحرارة:

ساتویں فصل

تعلیم کے اوقات

"کہا گیا ہے: گہوارہ سے لے کر قبر تک علم حاصل کرو، عمر کے لحاظ سے بہترین وقت جوانی کا زمانہ ہے اور مطالعہ کے لحاظ سے بہترین وقت سحر یعنی رات کے آخری تیسرے حصے میں اور مغرب سے عشاء کی نماز کے وقت تک ہے بلکہ طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ اس کی زندگی کے لوازمات کے

علاوہ تمام وقت خود تعلیم ومطالعہ میں مشغول رہے، پھر جب ایک علم سے تھک جائے تو دوسرے علم کے موضوع کی کتاب شروع کردے، محمد بن حسنؒ رات نہیں سوتے تھے اور اپنے پاس لکھنے کا دفتر (کاپی) رکھتے، جب ایک قسم کی کتاب سے خستہ ہوجاتے تو دوسری قسم کی کتاب کا مطالعہ شروع کردیتے تھے، وہ اپنے پاس پانی رکھا کرتے جب نیند غالب ہونے لگتی تو اپنی نیند کو پانی سے (چھینٹے منہ پر مار کر یا وضو کرکے) غنودگی کو زائل کرتے تھے اور کہتے تھے کہ نیند حرارت سے ہوتی ہے اور حرارت کو پانی ٹھنڈا کرتا ہے":

تبصرہ

جس طرح کہ فصل میں واضح ہے کہ علم حاصل کرنے کی نہ کوئی ابتداء ہے اور نہ ہی انتہائی جہت سے کوئی حد بندی ہے وہ اس لئے کہ جس طرح انسان بدنی لحاظ سے مادی نعمتوں کے استفادہ کا بدنی قوتوں کے دائرہ کار میں کسی حد بندی کا بالفعل قائل نہیں ہے! جب بھی مناسب اور کسی رکاوٹ یا مرض سے محفوظ ہو تو کبھی بھی اس کی عقلی اور حیوانی قوتوں سے استفادہ کے لحاظ سے انکار نہیں ہوگا! کیونکہ اس کی مادی زندگی کی صحت وبقاء اسی پر موقوف ہے، اسی طرح انسانی روح بھی اپنی غذا چاہتی ہے لیکن حقیقی انسانی زندگی علم وعمل پر موقوف ہے جب بھی موقع مل جائے تو اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے بشرطیکہ عقلی شعور بیدار ہو! اگر عقلی شعور بیدار نہیں تو وہ نیند میں ہے تو اسے بیدار

کرنا چاہئے اگر بیدار کرنے سے بھی بیدار نہیں ہوتا تو لابد یہ شعور عقلی یا مرض میں مبتلا ہے یا دیوانگی کا شکار ہے، اگر مریض ہے تو اس کا معالجہ کرنا چاہئے لیکن یہ بھی اسی وقت ممکن ہے جب انسان اپنے بیمار ہونے کا احساس رکھتا ہو یا اس کا کوئی ہمسایہ اس کی بیماری کو محسوس کر رہا ہو یا کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ بعض بیماریاں خود حواس ظاہرہ یا باطنہ پر خود دَرد کی صورت میں ظاہر نہیں ہوتیں، اندر ہی اندر انسانی پیکر کو یہ امراض چاٹ رہی ہوتی ہیں! جس بیماری کا اظہار درد کے ذریعے ہو جائے تو اس کے لئے معالجہ کی راہ باز ہے! اسی لئے تو کہتے ہیں کوئی بھی درد ایک نعمت ہے ورنہ درد کا عدم احساس ایک عذاب ہے! اگر انسانی عقلی بیماری کا درد نمایاں نہ ہو تو یہ مرض انسان کی انسانیت کو چاٹ رہا ہے اور یہ بیچارہ اپنی اس بیچارگی سے بھی نا آگاہ ہے، جب کوئی مریض ایسے مقام پر پہنچ گیا کہ ڈاکٹر نے لاعلاج قرار دے دیا تو یہ **واحسرتا** کا مقام ہے، کاش کہ ہمیں اپنی جوانی میں غفلتوں کا احساس ہو جاتا! کاش کہ ہمیں اپنی بیماری کا ابتدائی درد محسوس ہو جاتا! کاش کہ ہمیں اپنی بیماری کے متوسط دور میں ہی علم ہو جاتا!! کاش کہ ہمیں بیماری میں ہلاک ہونے سے کچھ پہلے اتنا وقت مل جاتا کہ لا اقل اتنا معالجہ کر لیتے کہ حیوانی صورتوں کے لباس میں قبروں سے یوم محشر محشور نہ ہوں!! ابھی یا علمی محرومی کا افسوس کریں یا اس عظیم نعمت کو کھوتے ہوئے اپنی دیوانگی پر افسوس کریں!!!

الفصل الثامن

فى الشفقة والنصيحة

:ينبغى أن يكون صاحب العلم مشفقاً ناصحاً فالحسد يضرّ ولا ينفع، بل يشغله (عن) نيّة تحصيل الكمال، وينبغى أن يكون همّة المعلّم أن يصير المتعلّم فى قرنه عالماً ويشفق على تلامذته بحيث فاق على علماء العالم:

وينبغى لطالب العلم أن لا ينازع أحداً ولا يخاصمه، لأنه يضيع الأوقات فالمحسن سيجزى باحسانه والمسيء سيكفيه مسائته، قيل:(عليك أن تشتغل بمصالح نفسك لا بقهر عدوّك) فاذا أقمت بمصالح نفسك تضمّن ذلك قهر عدوّك،

ايّاك والمعادات فانّها تفضحك وتضيّع أوقاتك، وعليك بالتأمّل لا سيّما من السّفهاء، وايّاك أن تظنّ بالمؤمن سوءً فانّه منشأ العداوة، ولا يحلّ ذلك لقوله عليه السلام: (ظنّوا بالمؤمنين خيراً)، وانّما ينشاء ذلك من خبث النفس:

آٹھویں فصل

شفقت ونصیحت میں ہے

"باعلم حضرات خصوصاً استاد کے لئے شفیق اور ناصح ہونا ضروری ہے تو حسد جو کہ نصیحت کی ضد ہے اس کے لئے نقصان دہ ہے چہ جائیکہ اسے نفع بخشے بلکہ کمال تعلیم کی نیت خود اُسے اپنے آپ میں مشغول ومگن رکھے، استاد کی بلند ہمتی کے ہدف میں یہ ضروری ہے کہ وہ طالب علم کو اپنے زمانے کا بہترین عالم بنائے، وہ اپنے طالب علموں پر ایسا شفیق ومہربان ہو کہ اس کا شاگرد دُنیا کے علماء پر فوقیت حاصل کرے! اس کے بالمقابل طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ کسی سے نزاع وجھگڑا نہ کرے اور نہ ہی کسی سے خصومت ودشمنی اختیار کرے! کیونکہ ایسے امور خود طالب علم کے اوقات کو ضائع کرتے ہیں، نزاع و جھگڑے میں انسان اگر چہ حق پر ہو! لیکن صبر کرنے اور برداشت کرنے پر اسے اچھا صلہ ملے گا، بالمقابل اس کے مخالف کو اگر وہ بُرا ہے تو اسے خود اس جیسا سزا دینے والا بُرا آدمی سزا دے گا! جس طرح کہا گیا ہے کہ تم اپنے نفسی امور کی اصلاح میں مشغول رہو، اسی میں خود تیرا دشمن پر غلبہ ہے نہ کہ ہمیشہ اپنے دشمن پر غلبہ وانتقام حاصل کرنے میں تیرا شب وروز ضائع ہو جائے، عداوت سے بچو کیونکہ یہ تجھے رسوا کر دے گی اور تیرے اوقات کو ضائع کر دے گی تجھے ہر

معاملہ میں خصوصاً **سفیہ** یعنی بیوقوف لوگوں کے ساتھ بڑے غور وفکر سے پیش آنا چاہئے!! تجھے مؤمن کے بارے میں بدگمانی سے بچنا چاہئے، کیونکہ سوءظن خصومت اور نزاع کا غالب طور پر سبب بنتا ہے یہ بدگمانی جائز نہیں ہے، کیونکہ معصوم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: مؤمنین کے بارے میں حُسن ظن رکھو، بدگمانی صرف نفسی باطل خیالات سے پیدا ہوتی ہے":

تبصرہ

اسی فصل میں دو مہم نکات ایک استاد اور دوسرا طالب علم کے لئے ہیں، استاد خود ناصح اور شفیق ہونا چاہئے، نصیحت کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ ہر وہ نعمت جو مؤمن بھائی کے لئے مفید ہو لیکن اس نعمت کی مؤمن کے لئے اگر اس کے پاس ہے تو باقی ومحفوظ اور اگر موجود نہیں تو حاصل ہونے کی ہمیشہ تمنا ودُعا کرنا خود اسے نصیحت کہتے ہیں! اگر وہ نعمت جو مؤمن بھائی کے لئے مفید نہیں، بلکہ نقصان دہ ہے اس نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کو غیرت کہتے ہیں، نصیحت کی ضد حسد ہے یعنی وہ چیز جو مؤمن کے لئے مفید ہے اس کے زائل یا لا اقل مؤمن بھائی کے ہاتھ سے نکل جانے کی تمنا کو حسد کہتے ہیں اس طرح جو چیز مؤمن بھائی کے نقصان میں ہے اس کے باقی رہنے کی تمنا بھی حسد ہے،

اگر کسی چیز میں کسی قسم کی مصلحت اور فائدہ ہو لیکن زائل ہونے کی تمنا نہ کرے! بلکہ تمنا اور آرزو کرے کہ خُدائے کائنات مجھے بھی ایسی ہی نعمت عطاء

کرے تو اسے غبطہ اور رشک کہتے ہیں، جو شرعی اور عقلی لحاظ سے جائز اور اچھا ہے، بطور خلاصہ اگر ہر اس چیز کو جسے انسان اپنے لئے نہ چاہے بلکہ دوسرے کے لئے چاہے یا ہر اس چیز کو جسے انسان اپنے لئے چاہتا ہو لیکن دوسرے کے لئے نہ چاہے تو اسے حسد کا بہترین معیار وضابطہ قرار دے سکتے ہیں، پس اُستاد مہربان اور نصیحت کرنے والا ہونا چاہئے ،اگر ایک استاد طالب علم کو بجائے علم کے بلند مقام تک لے جانے کے اس کی حوصلہ شکنی کرے، اس کی کوشش ہو کہ طالب علم کسی صلاحیت کا مالک نہ بن جائے یا قلیل وقت میں مناسب علمی ترقی نہ کر پائے اور ساتھ ساتھ شفیق ومہربان ہونے کی بجائے بخیل اور خیر خواہ نہ ہو یا ایسے ہو کہ استاد کی یہ کوشش ہو کہ طالب علم مجھ سے علمی استعداد میں بڑھ نہ پائے یا ہمیشہ جھوٹی اور باطل ضروریات کا بہانہ بنا کر طالب علم کی حوصلہ شکنی کرتا رہے یا کوئی ایسی چال چلے جس سے علمی کمال کے حصول میں مادی ومعنوی مدد کرتا تو طالب علم کی صلاحیت پروان چڑھ سکتی تھی لیکن استاد کوتاہی کرے یا صرف دل میں طالب علم کے محروم ہونے کی تمنا کرے یا تمنا بھی نہ کرے بلکہ اگر طالب علم کے لئے کسی موقع پر علمی رکاوٹ پیدا ہوتی ہو تو خوش ہو!! ایسا استاد حسد کی ایسی آگ میں جل رہا ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ وہ جل رہا ہے، ایسا استاد خود بھی ہلاکت میں ہے اور اس کا شاگرد بھی مصیبت میں ہے، اگر طالب علم نے ایسے استاد کی شاگردی اختیار کرتے ہوئے تقلید کی تو یقیناً وہ بھی اسی

جہالت کے بھڑکتے ہوئے شعلہ کی لپیٹ میں آجائے گا جس میں اس کا استاد جل رہا ہے،

:اعوذ باللّٰہ من مثلھما: ’’ان دونوں سے میں خود خُدا تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں‘‘:

اسلام اور عقل دونوں بہانگ دُہل کہہ رہے ہیں استاد کو چاہئے کہ طالب علم کی حوصلہ افزائی کرے، اس کو بلند ہمت بنائے، اسے بلند ہمتی کی دعوت دے، جہاں تک ممکن ہو اس کی مادی اور معنوی مدد کرے! اگر کچھ بھی نہیں کر سکتا تو کم از کم طالب علم کے لئے تہہ دِل سے دُعا کرے، اگر خود استاد کسی موانع کی وجہ سے علم کے بلند مقام کو حاصل نہیں کر سکا! تو طالب علم کی حوصلہ افزائی میں بزرگواری کا مظاہرہ کرے کیونکہ سب کا خواہ طالب علم ہوں یا استاد خواہ علمی سطح بلند ہو یا بلند نہ ہو خواہ میرے توسط سے ہو یا آپ کے توسط سے ہو! حقیقی ہدف یہی ہے کہ بنی نوع انسان کے دل مرکز توحید پر مرکوز ہوں اور اس ذات حق تعالیٰ کا دین خالص پروان چڑھے، ہم اشخاص اور صورتوں کے مقیّد نہ ہوں بلکہ ہدف ومقصد کی کامیابی فطرت کی آواز کی بازگشت ہے،

:قال امیر المؤمنین علیہ السلام:

:درالحسد ما اعد له بدا بصاحبه فقتله: (غررالحکم)

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں: حسد کی خوبی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے وہ اس لئے کہ حسد بہت عادل اور انصاف کرنے والا ہے،! کیونکہ اس سے پہلے

کہ حاسد کی برائی محسود تک پہنچے، خود حاسد پر حسد کی برائی کی ابتداء ہوتی ہے یہاں تک کہ حسد خود حاسد کو قتل کر دیتا ہے، حسد کی آگ حاسد کو پہلے جلاتی ہے! بعد میں تھوڑی بہت حرارت حسد کرنے والے کے دشمن کو بھی پہنچتی ہے، ایک دوسری حدیث میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

:لا تحاسد وا فانّ الحسد یأکل الایمان کماتأکل النار الحطب

"ایک دوسرے سے حسد نہ کرو کیونکہ حسد ایمان کو اس طرح نابود کر دیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو راکھ کر دیتی ہے": (ارشاد القلوب)

اگر کوئی کسی کو نصیحت کرنا چاہتا ہے تو اسے خود حسد سے پاک ہونا چاہئے، حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

:انصح الناس انصحھم لنفسه واطوعھم لربه: (غرر الحکم)

"لوگوں میں سب سے زیادہ نصیحت کرنے کا حق دار وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو زیادہ نصیحت کرنے والا ہو اور اپنے پروردگار کی زیادہ اطاعت کرنے والا ہو":

اگر استاد نصیحت کرنے والا ہوگا تو ضروری ہے کہ استاد اور طالب علم کے درمیان محبت کا سلسلہ بڑھے گا،

:النصح یثمر الحکمة: (غرر الحکم)

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں: "نصیحت کرنے کا ثمرہ حکمت ہے":

:ماأخلص المودة من لم ینصح: (غرر الحکم)

"جو نصیحت نہیں کرتا وہ محبت وشفقت میں مخلص نہیں ہے":

کیونکہ نصیحت کا نہ ہونا خود حسد کے آثار میں سے ہے اللہ تعالیٰ تمام اساتذہ کو ناصحین میں سے قرار دے جب کہ ہمیشہ ہمارے بزرگان علماء کا کردار شفقت ونصیحت ہی رہا ہے،

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ طالب علم کو جنگ وجدل اور نزاع وجھگڑے سے اگر دلچسپی رہی تو اسے ذہنی سکون حاصل نہیں ہو سکے گا، ہمیشہ اپنے حریف کو شکست اور خود کو غالب رکھنے کی صورت میں تدبیر وتقدیر کی بھاگ دوڑ میں اپنے اوقات کو ضائع کر دے گا، اکثر وہ لوگ جو گرانے اور گرنے اور انتقامی کاروائیوں میں مشغول رہے!، ان کو علم نصیب نہیں ہوا اور یہ مشاہدہ سے گزرے ہوئے واقعات ہیں! اگر انسان حق پر بھی ہو تو جہاں تک ممکن ہو نزاع سے بچے مگر یہ کہ اس کے جواب کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہ رہے، یہاں تک کہ صبر اور دیگر تمام راستے مسدود ہو جائیں! ورنہ کسی قیمت پر نزاع وجھگڑے میں نہ الجھے،

خصومت ودشمنی دو قسم کی ہے کیونکہ جو کوئی عداوت کو دل میں جگہ دیتا ہے یا تو اُسے دل میں پنہاں و پوشیدہ رکھتا ہے اور اس انتظار میں ہوتا ہے کہ جب بھی فرصت ہاتھ لگے انتقام سے دل کی آتش کو ٹھنڈا کرے گا یا اس کے مقابلے میں اعلانیہ طور پر کسی کو انتقام کے طور پر ایذاء واذیت پر اقدام کرتا ہے

اور اپنی دشمنی کو بالفعل ظاہر کرتا ہے، پہلی قسم کو حسد کینہ اور بغض کہتے ہیں اور دوسری قسم کو عداوت کہتے ہیں یہ عداوت پہلی قسم کا ثمرہ ہے جب خود کینہ وبغض قوت پکڑ لیتا ہے اور اس کا خزین وخزانچی اس بغض وکینہ کی حفاظت نہیں کر پاتا تو پردہ دری کرتے ہوئے اعلانیہ جنگ وجدل کو اپناتا ہے، پہلی قسم غضب کے ایک مرحلہ کے ثمرات ہیں جب انسان انتقام نہیں لے سکتا یا کسی مصلحت کی بنا پر غضب کا اظہار نہیں کر پاتا تو اسے اپنے دل میں پنہاں کرتے ہوئے کینہ وبغض کی صورت دے دیتا ہے، خصومت ودشمنی یا بغض وکینہ کبھی شخصی وذاتی حقوق کے پامال ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے کبھی تعصب کی وجہ سے، خواہ تعصب علاقائی، لسانی یا کسی بھی خاص عنوان کی بنا پر ہو یا مذہب کو ڈھال کے طور پر استعمال کیا جاتا ہو! ورنہ ذاتیات اور عنوانات کے شکار لوگ ہی ہوتے ہیں جو یا مذہب کے تعصب سے ایسے رذائل اخلاقی میں مبتلا ہو کے اپنے علمی ہدف سے دور جا نکلتے ہیں، تفصیل کے لئے اس فن کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے، کینہ وعداوت سے علاج کے طور پر ایک حدیث کو پیش کرتے ہوئے اس فصل کی بحث کو تمام کرتا ہوں:

بحار الانوار باب عشرت میں علقمہؒ بیان کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند، لوگ بڑی برائیوں کی نسبت ہماری طرف دیتے ہیں! اس لئے میرا دل تنگ آ چکا ہے اور

حد سے زیادہ ناراحت ہوں، حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

:یاعلقمه ان رضا الناس لا یملك والسنتهم لا تضبط:

"اے علقمہؒ تمام لوگوں کی رضا حاصل نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی لوگوں کی زبانوں کو بند کیا جا سکتا ہے":

تم کس طرح لوگوں کے ہاتھوں اور زبانوں سے خود کو محفوظ رکھ سکتے ہو جب کہ انبیاء، رسول اور اوصیاء علیہم السلام اس دنیا کے لوگوں کی اذیت سے محفوظ نہیں رہے، کیا حضرت یوسف علیہ السلام کو زنا کی نسبت نہیں دی گئی؟ کیا حضرت ایوب علیہ السلام کو یہ نہیں کہا گیا کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے مصیبت کا شکار ہوا ہے؟ کیا حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ نسبت نہیں دی گئی کہ وہ پرندے کو پکڑنے کے لئے کوٹھے کی چھت پر چڑھے اس ریا کی زوجہ کو نہاتے ہوئے دیکھا اور اس پر عاشق ہو گئے اور ریا کو لڑائی کے خط مقدم پر بھیجا تا کہ قتل ہو جائے اور اس کی بیوی سے شادی کر لے، ایسے غلط اور بے بنیاد الزاموں سے حضرت داؤد علیہ السلام کو اذیت نہیں کی گئی؟ پھر خُدا نے اُنھیں اس تہمت سے نجات دی، کیا حضرت رسول خُدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھوٹا، جادوگر اور دیوانہ نہیں کہا گیا؟ اور یہ بھی کہا گیا کہ دُنیا کے لئے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے؟ کیا حضرت مریم علیہا السلام کو یوسف نجار سے زنا کی نسبت نہیں دی گئی؟ کہ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے؟ **:نعوذ باللہ من ذلك:** کیا رسول خُدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاعر نہیں کہا گیا اور زید بن حارثہ کی بیوی سے

تہمت نہیں لگائی گئی؟ اور یہ بھی تہمت نہیں لگائی گئی کہ رسول خُدا ﷺ نے ایسے کام کیے، جن سے زید بن حارثہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور اس کے بعد حضرت رسول خُدا ﷺ نے اُس سے شادی کی؟ کیا جنگ بدر میں حضرت رسول خُدا ﷺ پر یہ الزام نہیں لگایا گیا کہ انہوں نے مال غنیمت سے سونے کا ایک قطیفہ حمرا (سرخ سونے کا ٹکڑا) اٹھالیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وما کان لنبی ان یغل ومن یغلل یات بماغلّ یوم القیامۃ:

"یہ نبی ﷺ کی شان نہیں ہے کہ وہ خیانت کرے، جو خیانت کرے گا وہ خیانت شدہ چیز کے ساتھ قیامت کے دن حاضر ہوگا": (سورہ آل عمران: آیت ۱۶۱)

کیا پیغمبر اکرم ﷺ کو یہ نسبت نہیں دی گئی تھی کہ وہ اپنے چچا کے بیٹے علی علیہ السلام کی خلافت کے بارے میں ہوائے نفس کا شکار ہو گئے ہیں اور علی علیہ السلام کی خلافت کی بات کرتے ہیں جس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وما ینطق عن الھوی ان ھو الاوحی یوحی: (سورہ والنجم: آیت ۴)

"رسول ﷺ ہوائے نفس کے طور پر بات نہیں کرتا بلکہ جو کچھ بولتا ہے وہ وحی (جو نازل ہوئی) ہوتی ہے":

کیا یہ تہمت بھی رسول خُدا ﷺ پر نہیں لگائی گئی کہ صبح تک بستر سے جدا نہیں ہوا اور پھر معراج اور سات آسمانوں کی سیر کی بات کرتے ہیں؟ کیا حضرت علی علیہ السلام پر یہ تہمت نہیں لگائی گئی کہ وہ دُنیا اور حکومت کے طالب ہیں، وہ

فتنہ کو صلح پر ترجیح دیتے ہیں، مسلمانوں کا خون بہاتے ہیں، اگر اس کا وجود خیر پر ہوتا تو خالد بن ولید کو اس کی گردن اڑانے کا حکم نہ دیا جاتا؟

:نعوذ باللہ من ذلک

کیا حضرت علی علیہ السلام پر یہ تہمت نہیں لگائی گئی کہ وہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ہوتے ہوئے ابوجہل کی بیٹی کو چاہتے ہیں! جس پر رسول خُدا ﷺ نے ممبر پر لوگوں سے شکایت کی کہ علی علیہ السلام چاہتے ہیں کہ دشمن خُدا کی بیٹی سے عقد کرے، تاکہ سب جانیں کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا میرے جسم کا حصہ ہے جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی جس نے اسے مسرور کیا اس نے مجھے مسرور کیا؟ اس کے بعد حضرت امام صادق علیہ السلام نے علقمہؓ کو فرمایا: اے علقمہؓ دیکھو یہ باتیں کسی قدر تعجب آور ہیں کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ علی علیہ السلام خدا ہے!! اس کی عبادت کرنی چاہئے اور بعض لوگ کہتے ہیں (نعوذ باللہ) حضرت علی علیہ السلام گنہگار ہے اور خُدا کا نافرمان ہے، اس آدمی کا کہنا ہے کہ علی علیہ السلام نافرمان خُدا ہے برداشت کرنا آسان تر ہے اس کے مقابل جو کہتا ہے کہ علی علیہ السلام خُدا او پروردگار کائنات ہے درحالانکہ دونوں عقیدے باطل ہیں؟

اے علقمہؓ کیا خُدا تعالیٰ کو تین خُداؤں کی طرف نسبت نہیں دی گئی؟ کیا خُدا تعالیٰ کو مخلوق سے تشبیہ نہیں دی گئی؟ کیا لوگوں نے یوں نہیں کہا کہ خُدا وہی دہر ہے؟ کیا یہ نہیں کہا کہ خُدا وہی فلک ہے؟ کیا یہ نہیں کہا گیا کہ خُدا

مجسم ہے؟ آیا یہ نہیں کہا گیا کہ خُدا کی صورت نوجوان لڑکے جیسی ہے؟ درحالانکہ خُدا تعالیٰ کی ذات اس سے بہت ہی بلند ہے،

اے علقمہؒ لوگوں کی زبانیں حق تعالیٰ کی طرف وہ نسبتیں دیتی ہیں جو نہیں دینی چاہئے تو پھر کس طرح اے علقمہ جس چیز کو تو ناپسند کرتا ہے اس کی تیری طرف نسبت نہ دی جائے؟ بس خُدا سے مدد لو اور صبر کرو کیونکہ زمین خُدا کی ہے جسے وہ چاہتا ہے اسے اپنے بندوں میں سے حکومت دے دیتا ہے لیکن انجام و عاقبت پرہیزگاروں یعنی متقین کے لئے ہے،

اس کے بعد حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگے کہ جس طرح ہمیں تیرے تشریف لانے سے پہلے اذیت کرتے تھے اسی طرح ابھی اذیت ہوتی ہے تو پروردگار نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: ان کو کہو کہ خُدا تمہارے دشمن کو ہلاک کرے گا اور تمہیں زمین پر ان کا جانشین بنائے گا اور وہ دیکھے گا کہ تم کس طرح عمل کرتے ہو:

یہ نسخہ ہے جسے حضرت امام صادق علیہ السلام نے ہمیں عطاء کیا ہے کہ جو بہت ہی واضح ہے، جب انبیاء و اولیاء اللہ علیہم السلام لوگوں کی زبانوں اور ان کے ہاتھوں سے محفوظ نہیں رہ سکے یہاں تک کہ پروردگار کائنات پر بھی تہمتیں اور غلط باتیں منسوب کی گئیں تو ہم کس حیثیت کے مالک ہیں کہ لوگ ہم پر باتیں نہ کریں؟

البلية اذا عمت طابت:

جب مصیبتیں عام زیادہ اور آشکار ہو جائیں تو ان کو تحمل کرنا آسان ہو جاتا ہے، لوگوں کی سرزنشیں خود کینہ و بغض کا باعث نہیں بنتیں بلکہ انسان بدخواہی سے اجتناب کرتا ہے بلکہ اس کہاوت کے مطابق:

ءادب از کہ آموختی؟ از بے ادبان،

بے ادبوں سے ادب حاصل کرتے ہوئے جس رذائل اخلاقی میں لوگ مبتلا ہیں خود انسان اس سے پرہیز کرے،

والتوفيق من عبد الله العزيز الحكيم:

اگر کوئی زیادتی بھی کرتا ہے تو اس کو خُدا کے حوالے کر دے کیونکہ وہ ایسا آدمی ہے کہ آج اس نے تجھ سے یہ رویہ اپنایا ہے کل اور کسی سے اور اس کے بعد ترسوں اور کسی سے بالآخر اسے اس جیسا بُرا سزا دینے والا یقیناً مل جائے گا! آپ اس کو سزا دینے کی زحمت نہ کریں کیونکہ قضاء وقدر کا یہ حتمی فیصلہ ہے کہ زیادتی اور ظلم کرنے والے کو بالآخر دیر یا زود اپنی خبیث ماہیت کے مجازات ہونے کی گھڑی کا سامنا کرنا پڑے گا، کئی ایسے موارد تقریباً ہر ایک کے مشاہدہ سے گزرے ہیں، پس احمق اور نادان کو احمق و نادان کے لئے چھوڑ دو! اے میرے عزیز اس کلیہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے وقت کو غنیمت جانو!!

الفصل التاسع

فى الاستفادة

ينبغى لطالب العلم أن يكون مستفيداً فى كلّ وقت حتى يحصل له الفضل ، وطريق الا ستفادة أن يكون معه فى كلّ وقت محبرة حتى يكتب ما يسمع من الفوائد قيل:(ما حفظ فرّ وما كتب قرّ) ، قيل:(العلم مايؤخذ من أفواه الرّجال لأنّهم يحفظون أحسن ما يسمعون ، ويقولون أحسن مايحفظون) ، ووصى شخص لا بنه بأن يحفظ كلّ يوم شقصاً من العلم فانّه يسير وعن قريب يصير كثيراً فالعلم كثير والعمر قصير فينبغى أن لا يضيع الطالب له الأوقات والساعات ، ويغتنم اللّيالى والخلوات، قيل: (الليل طويل فلا تقصّره بمنامك ، والنّهار مضيئيى فلا تكدّره بآثامك :

وينبغى لطالب العلم أن يغتنم الشّيوخ ويستفيد منهم ولا يتحسّر لكلّ ما فات بل يغتنم ما حصل له فى الحال والا ستقبال من تحمّل المشاق والمذلّة فى طلب العلم ، والتملّق مذموم الّا فى طلب العلم فانّه لا بدّ له من التملّق للا ستاذ والشركاء وغير هم للاستفاده ، وقيل:(العلم عز لا ذلّ فيه ، ولا يدرك الّا بذلّ لا عز فيه):

نویں فصل

علم کے استفادہ میں ہے

''طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ ہر وقت علمی استفادہ کرتا رہے، یہاں تک کہ اسے ایک علمی مقام حاصل ہو جائے! بہتر استفادہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے پاس ہمیشہ ایک قلم ہونا چاہئے تا کہ جو مفید چیز اہل علم سے سنے اُسے لکھ لے، کہا گیا ہے: جو یاد کیا جاتا ہے فرار کر جاتا ہے اور جو لکھ لیا جاتا ہے ہمیشہ ثابت رہتا ہے اور کہا گیا ہے: بہترین علم وہ ہے جو علماء کی زبانوں سے لیا جائے کیونکہ وہ جس کو سنتے ہیں اس سے بہترین بات کو یاد کر لیتے ہیں اور جس کو یاد کرتے ہیں اس سے بہترین بات کو کہتے ہیں: ایک شخص نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ روزانہ علم کا کچھ حصہ ضرور یاد کرے اگر چہ علی الظاہر یہ تھوڑا سا ہو لیکن وہ تھوڑا تھوڑا علم جلد ہی بہت زیادہ ہو جائے گا، لیکن علم بہت زیادہ ہے جب کہ عمر کوتاہ ہے پھر ضروری ہے کہ طالب علم اپنے اوقات اور گھڑیوں کو ضائع نہ کرے، اپنی راتوں اور فرصتوں کو غنیمت جانے اور مستقبل میں علم کی تلاش میں سختیاں اور رسوائی کو تحمل کرنے پر آمادہ ہو جائے، چاپلوسی کرنا قابل مذمت ہے! لیکن علم کے لئے چاپلوسی کرنا مذموم نہیں بلکہ ضروری ہے کہ استاد یا ساتھی وغیرہ کی علم میں چاپلوسی کی جائے تا کہ علمی استفادہ کیا جا سکے! جس طرح

کہ کہا گیا ہے: علم ایک ایسی عزت ہے جس میں ذلت نہیں، لیکن ایک ایسی ذلت سے پایا جاسکتا ہے کہ جس میں کسی قسم کی عزت نہیں ہے:

تبصرہ

اس فصل میں تین اہم نکات زیادہ قابل توجہ ہیں:

(۱) وقت و فرصت (۲) متخصص (ماہر) کے تجربہ سے استفادہ

(۳) منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے مشکلات کا تحمل کرنا

(الف): عن حسنؑ: یا آدم انك لم تزل فی هدم عمرك منذ سقطت من بطن امك فخذ ممافی یدیك لما بین یدیك فان المؤمن یتزود والکافر یتمتع: (بحار الانوار: ج ۷۸: ص ۱۱۲)

''حضرت امام حسنؑ فرماتے ہیں: اے آدمؑ کے بیٹے! تو جب سے شکم مادر سے اس دنیا میں آیا ہے ہر وقت تیری عمر ختم ہو رہی ہے اس لئے پھر جو گھڑیاں تیرے ہاتھ میں ہیں ان سے آئندہ اور آخرت کے لئے کچھ حاصل کر لے کیونکہ مؤمن اس دُنیا میں آخرت کے لئے زادِ راہ بناتا ہے اور کافر صرف مادی اور دُنیاوی فائدہ اُٹھاتا ہے'':

دوسری جگہ حضرت امام حسنؑ فرماتے ہیں:

:الفرصه سریعة الفوت بطیئة العود:

''فرصت کی گھڑیاں جلد گزر جاتی ہیں لیکن کم اور سُست رفتاری سے لوٹتی ہیں'':

حضرت امیر المؤمنینؑ غرر الحکم میں فرماتے ہیں:

:اذا امکنت الفرصة فانتهزها فان اضاعة الفرصة غصة:

''جب بھی تجھے فرصت ہاتھ لگے اسے غنیمت سمجھو کیونکہ مناسب وقت کا ضائع ہو جانا غم و اندوہ کا باعث ہوتا ہے'':

اسی طرح نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

:الفرصة تمر مر السحاب فانتهز الفرص الخیر:

''فرصت اور مناسب وقت بادلوں کی چال گزر رہا ہے ان میں بہترین وقت کو غنیمت سمجھ کر ہاتھ سے نہ جانے دو'':

اس مقدس کلام کے مطالعہ سے بھی تیرا وقت کی اہمیت اور قدر و قیمت سے لا پرواہی کو اختیار کرنا اس بات پر دلیل و دلالت ہے کہ تو جنی یا انسی شیطانوں کے پھندے میں قید ہو چکا ہے،

(ب) بزرگان اور تجربہ کار لوگوں سے مشورہ کرنا عین عقل اور عقلاء کا طریقہ ہے، حضرت علیؑ غرر الحکم میں فرماتے ہیں:

:من شاور ذوی العقول استضاء بانوار العقول:

''جو عقل مند لوگوں سے مشورہ لیتا ہے وہ عقل کے نور سے نورانی ہو جاتا ہے'':

: شاور فی حدیثك الذین یخافون الله: (بحار الانوار ج: ۷۵: ص ۹۸)

''ان لوگوں سے مشورہ کرو جو اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتے ہیں'':

غررالحکم میں حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

:افضل من شاورت ذوی التجارب:

''بہترین لوگ جن سے تو مشورہ کرنا چاہتا ہے تجربہ کار لوگ ہیں'':

اس حدیث سے واضح ہے کہ بزرگان جو علمی شخصیتیں ہیں ان سے بہتر کون تجربہ کار ہے؟ اسی طرح ایک دوسری حدیث میں حضرت علی علیہ السلام غررالحکم میں فرماتے ہیں:

:خیر من شاورت ذوی النهی والعلم واو لو التجارب:

''بہترین لوگ جن سے مشورہ کیا جائے وہ صاحبان عقل وعلم اور تجربہ کار لوگ ہیں'':

(ج): طالب علم کے لئے علم حاصل کرنے کی راہ میں مشکلات آتی ہیں جن میں مال وجان اور عزت وآبرو تک کی قربانی کو تحمل کرنا ہی طالب علم کو اپنے مقصود اور مقام علم کی بلندی تک پہنچاتا ہے، حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام غررالحکم میں فرماتے ہیں: **بالصبر تدرك معالی الامور:**

''صرف صبر ہی سے بلند مقامات کو حاصل کیا جاسکتا ہے'':

:المؤمن کالجبل الراسخ لا یتحرکه العواصف:(سفینة الجار:ج۱:ص۳۵)

''مؤمن ایسے مضبوط پہاڑ کی مانند ہے کہ جسے تند وتیز آندھیاں حرکت نہیں دے سکتیں'':

حضرت امام حسین علیہ السلام کا فرمان ہے:

:ان الله یحب معالی الا مور واشرافها و یکره سفسا فها:

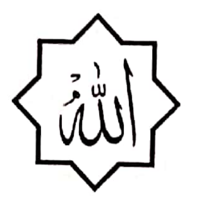
(بحارالانوار: جلد۹۲، صفحہ۱۸۴: حدیث۲۱)

''اللہ تعالیٰ بڑے کاموں کے انجام دینے کو محبوب رکھتا ہے اور کم اہمیت اور گھٹیا کاموں کو پسند نہیں کرتا ہے'': (کنزالاعمال: ص۲۱)

ان احادیث سے ظاہر ہے کہ اگر ایسے اُمور کو اختیار کیا جائے تو مشکلات برداشت کرنا ضروری ہے،

:ربنا افرغ علینا صبراً وثبت اقدامنا:(سورہ بقرہ: آیت ۲۵۰)

''اے پروردگار! ہمیں استقلال وصبر عنایت فرما اور ہمیں ثابت قدمی مرحمت فرما'': آمین:



الفصل العاشر

فی الورع فی التعلّم

روی حدیث فی هذا الباب عن رسول الله ﷺ:انّه قال:(من لم یتورع فی تعلّمه ابتلاه اللّٰه بأحد من ثلاثة أشیاء امّا أن یمیته فی شبابه أو یوقع فی الرّساتیق أو یبتلیه بخدمة السلطان) ، فمهما کان طالب العلم أورع کان علمه أنفع والتعلیم له أیسر وفوائده أکثر، ومن الورع أن یحترز عن الشبع وکثرة الکلام فیما لا ینتفع ، وأن یحترز عن أکل طعام السوق ان أمکن لأنّ طعام السوق أقرب الی النّجاسة والخباثة وأبعد عن ذکر اللّٰه تعالیٰ وأقرب الی الغفلة لأنّ أبصار الفقراء تقع علیه ولا یقدرون علی الشّراء فیتأذّون بذلك فیذهب برکته:

وینبغی لطالب العلم أن یحترز عن الغیبة وعن مجالسة مکثار الکلام فَإنّ یکثرالکلام یسرق عمرك ویضیّع أوقاتك ومن الورع أن یجتنب من أهل الفسار والتعطیل فانّ المجالسة مؤثّرة لا محالة وأن یجلس مستقبل القلبة فی حال التّکرار والمطالعة ویکون مستنّاً بسنّة النبیّ ﷺ:

و یغتنم دعوة أهل الخیر ویحترز من دعوة الظلوم و

یطلب الهمّة واستدعی من الصالحین وینبغی لطالب العلم أن لا یهاون برعایة الآداب والسّنن ، فانّ(من تها ون بالآداب حرُم السّنن ومن تهاون بالسّنن حرُم الفرائض ومن تهاون بالفرائض حرُم الآخرة)، وقال بعضهم هذا حدیث من رسول الله ﷺ:

وینبغی أن یکثر الصلاة یصلی صلاة الخاشعین فانّ ذلك عون من التحصیل والتعلّم وینبغی أن یستصحب دفتراً علی کلّ حال یطالعه ، وقیل:(من لم یکن الدفتر فی کمّه لم یثبت الحکمة فی قلبه):

وینبغی أن یکون فی الدفتر بیاض ویستصحب المحبرة لیکتب ما یسمعه کما قال النبی ﷺ: لهلال بن یسار حین قرّرله العلم و الحکمة:هل معك محبرة؟:

دسویں فصل

دورانِ تعلیم پرہیزگاری (یعنی شبہات وحرام سے بچنا)

اس باب میں رسول اللہ ﷺ سے ایک روایت کی گئی ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا: جوشخص تعلیم حاصل کرنے میں پرہیزگاری اختیار نہیں کرتا اسے اللہ تعالیٰ خود تین عذابوں میں سے ایک مصیبت میں ضرور مبتلا کرے گا، یا تو اسے جوانی میں موت دے گا یا اسے دیہاتی زندگی میں ڈال دے گا، یا اسے

سلطان جور کی خدمت اور خوش آمد میں مبتلا کرے گا: جس قدر طالب علم زیادہ پرہیز گار ہوگا اسی قدر اس کا علم زیادہ نفع بخش ہوگا اور اسے تعلیم آسانی سے حاصل ہوگی اور اس کا فائدہ زیادہ ہوگا خود شکم پری اور کثرت کلام جو غیر مفید ہو، سے اجتناب کرنا خود پرہیز گاری میں سے ہے، جہاں تک ممکن ہو بازاری کھانے سے احتراز کرنا چاہئے کیونکہ بازار کا کھانا نجاست سے زیادہ نزدیک ہوتا ہے اور خباثت میں لتھڑا ہوتا ہے جس کے کھانے سے ذکر خُدا تعالیٰ سے انسان غافل اور دور ہوجاتا ہے، فقیر لوگوں کی نظریں بازاری کھانے پر پڑتی ہیں درحالانکہ وہ اُسے خریدنے پر قادر نہیں ہوتے ہیں جس کی وجہ سے طعام سے برکت اٹھ جاتی ہے کیونکہ غریب لوگوں کا بازاری کھانا نہ خرید سکنا ان کی روح کے لئے اذیت کا باعث ہوتا ہے،

طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ چغل خوری سے پرہیز کرے اور اسی طرح ایسی محفلوں سے جن میں بے فائدہ باتیں ہوتی ہوں پرہیز کرے کیونکہ اس سے عمر چوری اور وقت کا ضائع ہونا لازمی چیز ہے اور اسی طرح بیکار اور مفسد لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرے! کیونکہ ان کے میل جول سے انسان متاثر ہوسکتا ہے اور جب کہ ایسا رابطہ پرہیز گاری کے خلاف ہے، پرہیز گاری میں سے یہ بھی ہے کہ مطالعہ، مباحثہ اور تکرار درس کے درمیان قبلہ رو ہوکر بیٹھے! جہاں تک ممکن ہو حضرت رسول خُدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت پر عمل کرتا رہے، ساتھ ہی

نیک لوگوں کی دعوت کو قبول اور ظالم و فاسق لوگوں کی دعوت سے پرہیز کرے، بلند ہمتی کے ساتھ نیک اور صالح لوگوں سے التماس دُعا کرتا رہے،

طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ آداب عقلی اور شرعی سنتوں پر عمل کی رعایتوں کو ہاتھ سے نہ جانے دے کیونکہ جس نے آداب کو چھوڑ دیا تو وہ مستحبات سے محروم ہوجاتا ہے اور جو مستحبات پر عمل کرنا چھوڑ دے وہ تقریباً واجبات سے محرومی کا شکار ہوجاتا ہے جو فرائض سے محروم ہوگیا! وہ آخرت سے محروم ہوگیا، بعض نے کہا ہے کہ مذکورہ بالا قول حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کی گئی ہے،

طالب علم کے لئے سزاوار ہے کہ مستحب نمازیں زیادہ پڑھے خصوصاً نماز کو خشوع کے ساتھ ادا کرے، کیونکہ خشوع کے ساتھ نماز پڑھنا علم حاصل ہونے کے لئے بہترین معاون و مددگار ہے، اپنے ساتھ درسی کاپی رکھے تاکہ خالی وقت میں جب چاہے مطالعہ کر سکے جس طرح کہ کہا گیا ہے کہ جس کے تھیلے میں درسی کاپی نہ ہو حکمت اس کے دل میں جاگزیں نہیں ہوسکتی،

ضروری ہے کہ خالی کاپی اور قلم بھی ساتھ ہو، تاکہ جو حکمت آمیز باتیں سُنے اسے لکھ کر محفوظ کر سکے! جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب ہلال بن یسارؓ کو علمی مکالمہ سے مستفید فرما رہے تھے تو فرمایا: کہ کیا تیرے ساتھ قلم و دوات ہے؟:

تبصرہ

الورع فی التعلم:

علم کے حاصل کرنے میں ورع وتقویٰ ضروری ہے ورع اور تقویٰ کا لفظ تقریباً مترادف ہیں کیونکہ ورع کا اصطلاحاً مال حرام سے کنارہ کشی اور دُوری اختیار کرنے کی ایک صلاحیت کا نام ہے خواہ یہ اجتناب اور دُوری مال حرام سے یکسوئی اور خود کو باز رکھنے کے لئے ہو یا بطور طلب اور حاصل کرنے سے ہو خواہ یہ استعمال سے کنارہ کشی میں ہو! ہر صورت میں اسے ورع کہتے ہیں، لیکن بعض اوقات مطلق معصیت وگناہ یا ہر اس فعل سے جو مناسب نہ ہو خود نفس کو روکنے یا منع کرنے کو بھی ورع کہتے ہیں، پہلے معنی کے لحاظ سے ورع صرف قوتِ شہویہ کی اصلاح کا نام ہے لیکن دوسری تفسیر کے لحاظ سے ورع قوتِ شہویہ اور غضبیہ دونوں کے اعتدال کا نام ہے اسی طرح تقویٰ کے معنی بچنا اور پرہیز کے ہیں تو کبھی یہ تقویٰ اور پرہیز مال حرام سے ہوتا ہے اور خود تقویٰ کو اس ملکہ اور صلاحیت کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان مطلق معصیت اور گناہ سے بچ سکے پھر یہ تقویٰ حضرت حق تعالیٰ کے غضب کے خوف سے ہو یا اس کی رضا حاصل کرنے میں ہو! بس ورع اور تقویٰ تقریباً مترادف کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں، بعض علماء نے تقویٰ

اور ورع کو چار اقسام میں تقسیم کیا ہے،

(۱) ہر وہ فعل حرام جس سے فسق وفجور ہو یا خود عدالت اسلامی اور اخلاقی ساقط ہو جائے، اُس فعل سے بچنے والے کو عادل کہتے ہیں یا یوں کہا جائے کہ جس چیز کے حرام ہونے کا فتویٰ مجتہد دے خواہ وہ حرام مال ہو یا افعال ہوں اس سے اجتناب کا نام تقویٰ اور ورع ہے،

(۲) لیکن حرام شرعی کے علاوہ ان چیزوں سے جن میں حرام کا شبہ پایا جائے اگرچہ حرام کا یقین نہیں ہے تو ان سے پرہیز کو بھی تقویٰ اور ورع کہتے ہیں یہ صالحین کا مرتبہ ومقام ہے،

(۳) کوئی ایسی چیز یا فعل جو نہ حرام ہے اور نہ ہی مشتبہ ومشکوک ہے لیکن ممکن ہے کہ اسے اپنانے سے انسان یا حرام میں جا پڑے گا یا کم از کم مشکوک اور مشتبہ میں پڑ جانے کا خوف ہو تو اس سے پرہیز اور دوری کو بھی تقویٰ کہتے ہیں یہ صالحین کا بلند درجہ کا تقویٰ ہے،

(۴) ہر اس چیز یا فعل سے اجتناب اور دوری جو خُدا کے لئے نہ ہو اور وہ غیر خُدا کو بھی شامل ہو، اگرچہ وہ خود حلال ہے! کیونکہ اس میں تقویٰ کی مخالفت میں نیت نہیں کی، جب کہ اس سے حرام یا مشتبہ میں جا پڑنے کا خوف بھی نہ ہو، بلکہ اپنے نفس کے لئے جائز حصہ سے بھی کبھی ہاتھ اٹھا لیتے ہیں! صرف رضائے خُدا کے لئے تاکہ حضرت حق تعالیٰ سے یکسوئی اور گوشہ نشینی حاصل رہے، جو چیز

بھی اللہ تعالیٰ سے دوری کا باعث بنے اسے حرام سمجھنا بھی ایک تقویٰ ہے! لیکن یہ صدیقین کے تقویٰ کا مقام ہے، اگر چہ وہ چیز شریعت کے لحاظ سے حرام نہیں ہے جیسے کہ ارشاد حق تعالیٰ ہے:

قل اللّٰہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون: (سورہ انعام: آیت ۲۱)

’’کہو صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے بعد انہیں چھوڑ دے اس حالت میں جس میں وہ لوگ مشغول اور اس زندگی کو کھلونا بنائے ہوئے ہیں‘‘:

ورع اور تقویٰ کے مقام کی اہمیت کو ہم خود خاندان عصمت وطہارت کی احادیث سے زیادہ روشن وواضح سمجھ سکتے ہیں،

قال رسول اللّٰہ ﷺ: من أکل الحلال اربعین یوما نور اللّٰہ تعالیٰ قلبه واجری ینا بیع الحکمة من قلبه الی لسانه: (وسائل الشیعہ: کتاب التجارہ)

’’جو شخص چالیس دن حلال روزی کھائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نورانی کر دے گا اور حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہوں گے‘‘:

قال ابو جعفر علیہ السلام: قال اللّٰہ عزوجل: یا بن آدم اجتنب ما حرم علیك تکن من اورع الناس: (بحار الانوار: ج۵: باب ۹۶،۹۸)

’’اے آدم علیہ السلام کے بیٹے حرام سے کنارہ کشی کرتا کہ تو لوگوں میں سب سے زیادہ پرہیزگار بن جائے‘‘:

سئل عن الصادق علیہ السلام: عن الورع من الناس فقال علیہ السلام: الذی یتورع عن محارم اللّٰہ عزوجل: (بحار الانوار: ج۱۵: باب ۹۸)

’’حضرت امام صادق علیہ السلام سے لوگوں نے تقویٰ کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے کنارہ کشی اختیار کرے تو وہ تقویٰ اور ورع کے مقام کا حامل ہے‘‘:

قال الباقر علیہ السلام: اعینونا بالورع فان من لقی اللّٰہ تعالیٰ منکم بالورع کان له عند اللّٰہ تعالیٰ فر جا لان اللّٰہ تعالیٰ یقول: ومن یطع اللّٰہ والرسول ﷺ فاولئك مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئك رفیقا:

’’حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: پرہیزگاری کو اپنا کر ہمارے مشن میں ہماری مدد کرو کیونکہ جو تقویٰ کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے تو اس کے لئے تمام کام آسان ہو جاتے ہیں کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی پھر وہ لوگ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں نازل کی ہیں، وہ نبیوں اور صدیقین اور شہداء اور صالحین علیہم السلام میں سے ہیں اور ایسے لوگ بہترین دوست اور ہمنشین ہیں‘‘:

اے میرے عزیز ومحترم! اگر ممکن موجود اور مخلوق میں سے کوئی شخص

ایسے مقام ومراتب اور انعام وحکمت کا تجھ سے وعدہ کرتا تو بغیر کسی تامل کے تو اس کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے اطاعت پر اقدام کرتا!! لیکن افسوس در افسوس کہ تجھے مبدأ حقیقی پر اتنا اعتماد نہیں! پھر ہم طالب علموں کی یہ کیفیت ہو!!

الفصل الحادی عشر

فی مایورث الحفظ والنسیان

وأقوى أسباب الحفظ الجدّ والمواظبة وتقليل الغذاء: وصلٰوة اللّيل بالخضوع والخشوع وقراءة القرآن من أسباب الحفظ ، قيل:(ليس شئى أزيد فى الحفظ من قراءة القرآن لاسيّما آية الكرسى و قراءة القرآن نظراً أفضل لقوله ﷺ: (أفضل أعمال اُمّتى قراءة القرآن نظراً) و بكثرة الصلاة على النبى ﷺ:والمسواك وشرب العسل وأكل الكندر مع السكّرو أكل احدى وعشرين زبيبة حمراء فى كلّ يوم وكلّ ذلك يورث الحفظ ويشفى من كثرة الأمراض والأسقام ، وكلّ ما يقلّل البلغم والرطوبات يزيد فى الحفظ ، وكلّ ما يزيد فى البلغم يورث النسيان ، وممّا يورث النسيان كثرة المعاصى ، وكثرة الهموم والأحزان فى امور الدنيا و كثرة الاشتغال والعلائق ، وقد ذ كرنا انّه لا ينبغى للعاقل أن يهمّ لامور الدنيا لأ نّه يضرّ ولا ينفع

، وهموم الدنيا لا يخلوعن الظلمة فى القلب وهموم الآ خرة لا يخلو من النّور فى القلب ، وتحصيل العلوم ينفى الهمّ والحزن وأكل الكربزة والتفّاح الحامض ، ونظر المصلوب وقراءة لوح القبور والعبور بين أقطار الجمل والقاء القمّل الحي على الأرض والحجامة على نقرة القفا و كلّ ذلك يورث النسيان :

گیارہویں فصل

حافظے اور فراموشی کے اسباب

حافظہ کا بہترین سبب درس میں کوشش اور مداومت وتسلسل کو اختیار کرنے میں ہے! کم کھانا، خضوع اور خشوع سے نماز خصوصاً نماز شب (تہجد) پڑھنا اور قرآن کی تلاوت کرنا حافظہ کے خاص اسباب میں سے ہیں، جس طرح کہا گیا ہے کہ قرآن کی تلاوت خاص طور پر آیت الکرسی کے پڑھنے سے زیادہ کوئی چیز حافظے کا باعث نہیں خود قرآن مقدس کو دیکھ کر یعنی نظری تلاوت از بر پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ حضرت نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: میری اُمت کے بہترین اعمال میں سے قرآن نظری طور پر پڑھنے کا عمل ہے نبی اکرم ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنا، مسواک کرنا، شہد کھانا، اسی طرح کندر کو مصری کے ساتھ اور اکیس دانے سرخ کشمش کے روزانہ کھانا، یہ تمام چیزیں حافظہ کا

باعث بنتی ہیں اور ساتھ ہی یہ کئی بیماریوں کی شفاء کا سبب بھی ہیں، ہر وہ چیز جو بلغم اور رطوبت (بادی پن) کی قلت کا باعث بنتی ہے وہ حافظہ کی زیادتی کا سبب بھی ہوتی ہے اور ہر وہ چیز جو بلغم اور رطوبت کی زیادتی کا سبب ہوتی ہے وہ حافظہ کی قلت اور فراموشی کا باعث بنتی ہے، گناہوں کی زیادتی، دُنیا کے امور میں غم وحزن کی کثرت اور دنیا میں مشغول رہنا ساتھ ہی دنیا سے محبت ان چیزوں میں سے ہے جو نسیان اور فراموشی کا باعث اور اسباب ہیں، پہلے بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ ایسی چیزیں نقصان دہندہ ہیں اور ان کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ دُنیا کے غم وحزن خود دل میں تاریکی کا باعث بنتے ہیں اس کے مقابلے میں علوم کا حاصل کرنا خود غم وحزن کو ختم کرتا ہے، سبز دھنیہ اور کھٹا سیب کھانا، پھانسی چڑھے شخص کو دیکھنا، قبروں کی تختیوں کو پڑھنا، اونٹوں کی قطار کے درمیان سے گزرنا، زندہ جوں کو زمین پر پھینکنا اور چٹیل میدان اور پست و بلند جگہ جہاں جانوروں کے سوراخ وغیرہ ہوں وہاں حجامت (فصد کھلوانا) کرنا حافظہ کی کمزوری کا باعث بنتا ہے،

تبصرہ

اس فصل میں حافظہ کی زیادتی یا کمی کا باعث چیزیں مذکور ہیں ان کا ماخذ اور دلیل خود روایات ہیں،

:عن ابی عبداللہ جعفر علیہ السلام :قال ثلاث یذھبن النسیان

ویحددن الفکر: قراءۃ القرآن والسواک والصوم:(بحارالانوار: ج۴۱)

''حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: تین چیزیں نسیان (فراموشی) کو ختم کر دیتی ہیں اور غور وفکر کو تیز کرتی ہیں وہ قرآن کی تلاوت، مسواک کرنا اور روزہ رکھنا ہے'':

:عن علی ابن ابی طالب علیہ السلام :ثلاث یذھبن بالبلغم قراءۃ القران واللبان والعسل:(بحارالانوار: ج۶۲: ص۲۰۵)

''حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں: تین چیزیں بلغم کو ختم کرتی ہیں:

(۱) قرآن مجید کی تلاوت (۲) کندر (۳) شہد'':

اسی طرح سرخ کشمش کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام روایت فرماتے ہیں:

:قال امیر المؤمنین علی علیہ السلام: من اصطبح احدی و عشرین زبیبۃ حمراء لم یمرض الامرض الموت:(بحارالانوار: جلد:۶۲)

''جو آدمی صبح کے وقت اکیس دانے سرخ کشمش کے کھائے وہ بیمار نہیں ہوگا اگر بیمار ہوا تو صرف موت کے وقت بیمار ہوگا'':

:عن علی علیہ السلام :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :علیکم بالزبیب فانہ یکشف المرۃ ویذھب البلغم:

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: آپ لوگوں کو کشمش ضرور کھانی چاہئے کیونکہ یہ پتہ اور جگر کو درست اور بلغم کو دُور کرتی ہے'':

یا شہد کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

فیه شفاء للناس:(سورہ نحل: آیت ۶۸)

''اس (شہد) میں لوگوں کے لئے شفاء ہے'':

قال رسول اللّٰهﷺ: من شرب العسل فی کل مرة یر ید ماجاء به القرآن عوفی من سبع وسبعین داءً:

''حدیث نبوی ﷺ ہے جو شہد کو کسی وقت بھی اس نیت سے کھائے کہ جو قرآن میں اس کی شفاء کا ذکر ہے تو اس شہد میں ۷۷ بیماریوں کی دوا ہے'':

سئل الصادق علیہ السلام: عن الحرمل واللبان فقال اما الحرمل فما تغلغل له عرق فی الارض ولا ارتفع له فر ع فی السماء الا وکل اللّٰه تعالیٰ به ملکا حتی یصیر حطاما او یصیر الی ما صار الیه فان الشیطان یتنکب سبعین دارادون الدار التی فیها الحرمل وهو شفاء من سبعین داء اهونه الجزام فلا یفو تنکم واما اللبان فهو مختار الانبیاء من قبلی وبه کانت تستعین مریم علیہا السلام ولیس دخان یصعد الی السماء اسرع منه وهو مطردة الشیاطین ومد فعة للعاهة فلا یفوتنکم:(بحارالانوار: جلد:۶۲)

''حضرت امام صادق علیہ السلام سے حرمل اور کندر کے بارے میں سوال کیا گیا تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا: حرمل کی نہ زمین میں جڑ لگتی (گھستی) ہے اور نہ ہی آسمان

کی طرف کوئی شاخ نشو ونما پاتی اُٹھتی ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتہ کو اس پر نگہبان معین کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خشک ہو جائے یا جہاں اس نے پہنچنا تھا پہنچ جائے، مگر جس گھر میں حرمل کا پودا ہو تو اس گھر کے علاوہ آس پاس کے ستر گھر شیطانی یعنی جادو وغیرہ کے شر سے محفوظ رہتے ہیں حرمل ستر بیماریوں کی دوا ہے!، ان میں کم سے کم جذام (کوڑھ) ہے اس کا استعمال آپ سے فوت نہ ہونے پائے باقی رہا کندر کا بیان تو انبیاء علیہم السلام نے مجھ سے پہلے اس کے استعمال کو اپنایا ہے، حضرت مریم علیہا السلام اس سے مرض کی حالت میں مدد لیتی تھیں خود کندر کے دھوئیں سے زیادہ مفید کوئی دھواں آسمان کی طرف جلدی نہیں اٹھتا خود وہ دُھواں جادو کو دفع کرتا ہے اور آفتوں کو بھی دفع کرتا ہے اس سے استفادہ کرنا آپ سے فوت نہ ہو جائے'': حافظہ کی کمزوری کا اہم سبب بلغم ہوتی ہے جسے دوسرے الفاظ میں رطوبت اور عام الفاظ میں بادی پن کہا جاتا ہے بلغم کا مترادف لفظ رطوبت ہی ہے اسی رطوبت کے بارے میں روایت ہے:

عن ابی عبد اللّٰه علیہ السلام: ان موسیٰ بن عمران علیہ السلام شکی الی ربه تعالیٰ البله والرطوبة امره اللّٰه ان یاخذ الهلیلج والبلیلج والاملج فیعجنه بالعسل ویاخذه ثم قال ابو عبد اللّٰه علیہ السلام: هوالّذی یسمونه عندکم الاطریفل:(بحارالانوار: ج ۶۲)

''حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے بلغم اور

رطوبت کے بارے میں شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ہر ہڑ (ہلیلہ) بہیڑہ اور آملہ کو باہم ہم وزن کوٹ کر شہد ملا کر معجون بنائیں اور اس کا استعمال کریں پھر فرمایا: اسی کو تمہارے پاس اطریفل کہتے ہیں'':

یہ نسخہ مجرب ہے اگر بلغم کم ہو تو رات کو سوتے وقت ایک چمچ پانی یا دودھ وغیرہ سے کھایا جائے ورنہ دن میں دو تین دفعہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن ان تینوں سے گٹھلیاں نکال پھینکیں!!

:عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: الهليلج الاسود، البليلج والاملج يغلى بسمن البقره ويعجن بالعسل: (بحارالانوار: جلد:۶۲)

''حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: کالی ہر ہڑ، بہیڑہ اور آملہ مقشر گٹھلی کے بغیر ہونے کی صورت میں گھی میں بھون کر بعد میں پھکی بنا کر شہد میں ملا لیں اور اس کو استعمال کریں'':

یہ دونوں نسخے مجرب ہیں بلغم کے علاوہ معدہ اور دماغ کے لئے قوی ترین چیزیں ہیں تجربہ سے گزرا ہے کہ بادام سے زیادہ بہتر طور پر اطریفل دماغ اور معدہ کے لئے قوت بخش ہیں البتہ ان کا استعمال کچھ طولانی ہے ان تینوں چیزوں کے اثرات گرم نہیں ہیں بلکہ سرد ہیں، مفاتیح الجنان میں حافظہ کی قوت اور نسیان کا بہترین نسخہ (جو کہ گرمی مائل ہے) یوں ہے سعد کوفی اور کندر کو ہم وزن لیں اسی طرح مساوی مقدار میں مصری جو چینی کو پگھلا کر منجمد کیا جاتا

ہے ملا لیں اور استعمال کریں، ایک تولہ اس کا وزن ہے یا طبیعت کے مناسب کھائیں! کتاب طب سنتی میں ایک نسخہ قوت حافظہ کے لئے یوں ہے: سعد کوفی ایک چھٹانک، کندر ایک چھٹانک، کالی مرچ نصف چھٹانک اور زنجبیل (سونٹھ) نصف چھٹانک ان تمام اجزاء کو کوٹ کر باہم ملا لیں البتہ کندر کو کوٹا نہیں جا سکتا اس لئے گلاب کے عرق میں آگ کی آنچ پر حل کر کے ملا لیں ان تمام اجزاء کے دو برابر حصہ خود شہد ملایا جائے تو یہ حافظہ کے لئے کلیدی حیثیت کا حامل ہے لیکن یاد رہے کہ مذکورہ بالا نسخہ اسی وقت مفید ہے جب بلغم معدہ میں گھر نہ کر چکی ہو ورنہ اطریفل کا نسخہ جو مرقوم ہوا ہے بہتر رہے گا:

:واللہ تعالیٰ هوالشافی:

نمازِ شب کی فضیلت:

:ومن الليل فتهجد به نافلة لك عسىٰ ان يبعثك ربك مقاما محمودا: (سورہ بنی اسرائیل: آیت ۷۹)

''اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے ایک مخصوص حصہ میں نافلۂ شب (نمازِ تہجد) اپنے لئے پڑھو اس سے تیرا پروردگار تجھے بہت ہی بلند محمود مقام عطاء فرمائے گا'':

:عن ابی عبد اللہ علیہ السلام: قال من روح اللہ عزوجل ثلاثة: التهجد بالليل وافطار الصائم ولقاء الاخوان:

(من لا يحضره الفقيه: ج۱: ص:۲۹۸)

''حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ کی رحمت اور مہربانیوں میں سے تین چیزیں یہ ہیں: (۱) رات کو نمازِ شب (تہجد) پڑھنا، (۲) روزہ دار کا روزہ افطار کرانا، (۳) مؤمنین بھائیوں سے ملاقات کرنا'':

وقال رسول الله ﷺ: من كثر صلاته بالليل حسن وجهه بالنهار: (من لا يحضره الفقيه: ج۱ ص۳۰۰)

''حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص رات کو نمازِ شب اور نوافل زیادہ پڑھتا ہے تو دن کو اس کے چہرے پر زیادہ خوبصورتی نمایاں ہوتی ہے'':

قال رسول الله ﷺ: اذاقام العبد من مضجعه والنعاس فی عينيه يرضی ربه بصلوة ليله باهی الله به ملائكته فيقول اما ترون عبدی هذا قائم من مضجعه وترك لذة منامه الی مالم افرضه عليه اشهدو انّی قدغفرت له: (ارشاد القلوب)

''حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: رات کو بندہ جب اپنے نیند کے بستر سے اس حالت میں جدا ہوتا ہے کہ اُونگھ اس کی آنکھوں میں ہوتی ہے اور وہ نمازِ شب کے ذریعے خُدا کی رضا و خوشنودی چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں پر فخر کرتا ہے کہ میرے بندہ کو دیکھو کس طرح یہ اپنے بستر میں راحت وآرام کو چھوڑتے ہوئے نیند کی لذت کو ٹھوکر مار کر اس عبادت کو بجالا رہا ہے جو اس پر واجب نہیں ہے تم گواہ رہنا کہ میں نے اسے بخش دیا'':

قال رسول الله ﷺ: استعينوا بطعام السحر علی صيام النهار وبالقيلولة علی قيام الليل ومانام الليل كله احد الابال الشيطان فی اذنيه وجاء يوم القيامة مفلسا وما من احد الاوله ملك يوقظه من نومه كل ليلة مرتين يقول يا عبد الله اقعد لتذكر ربك ففی الثالثة ان لم ينتبه يبول الشيطان فی اذنه: (ارشاد القلوب)

''حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: دن کے روزہ کی سختی کو کم کرنے کے لئے سحری کے کھانے سے مدد لیں اور شب بیداری کی سہولت کے لئے دن کو قیلولہ کی نیند سے مدد لیں، کوئی شخص تمام رات نہیں سوتا مگر یہ کہ شیطان اس کے کانوں میں پیشاب کر جاتا ہے ایسا شخص قیامت کے دن بیچارگی کی حالت میں محشور ہوگا اور کوئی بھی شخص ہو! اس پر ایک فرشتہ مؤکل ہوتا ہے جو تمام رات میں دو دفعہ نمازِ شب کے لئے اسے جگاتا ہے جب تیسری دفعہ یہ شخص نہیں اٹھتا تو شیطان اس کے کانوں میں پیشاب کر جاتا ہے'':

وروی عن الصادق عليه السلام: عن آبائه عن امير المؤمنين عليه السلام: قال: قال رسول الله ﷺ: صلاة الليل مرضاة للرب وحب الملائكة وسنت الانبياء عليهم السلام ونور المعرفه واصل الايمان وراحة الابدان وكراهة للشيطان وسلاح علی الاعداء واجابة للدعاء

وقبول للاعمال وبركة فى الرزق وشفع بين صاحبها وبين
الموت وسراج فى قبره وفراش من تحت جنبيه وجواب منكر
نكير ومونس وزائر فى قبره فاذا كان يوم القيامة كانت الصلاة
ظلا عليه وتاجا على راسه ولباسا على بدنه و نورا يسعى بين
يديه وسترا بينه وبين النار وحجة للمؤمن بين يدى الله تعالىٰ
وثقلا فى الموازين وجوازاً على الصراط ومفتاحا للجنة لان
الصلاة تكبير وتحميد وتسبيح وتمجيد وتسبيح وتمجيد
وتقديس وتعظيم وقراءة ودعاء وان اصل الا عمال كلها الصلاة
لو قتها: (ارشاد القلوب)

''حضرت امام صادق علیہ السلام اپنے اجداد سے یہاں تک امیر المؤمنین علیہ السلام سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: نمازِ شب میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہے، ملائکہ سے دوستی و محبت کا باعث ہوتی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اس سے معرفت پروردگار کی نورانیت حاصل ہوتی ہے اسی طرح نمازِ شب ایمان کی بنیاد اور بدن کی راحت کا سبب ہوتی ہے، شیطان کو دُور کرتی ہے، دشمنوں پر بہترین ہتھیار ہے اور دُعا کے قبول ہونے کا باعث بنتی ہے، نمازِ شب کی وجہ سے اعمال قبول اور رزق میں برکت ہوتی ہے، موت کے وقت اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی ہے اور قبر میں چراغ کی

صورت میں مجسم ہوتی ہے، قبر کا بچھونا اور منکر ونکیر کو جواب گو ہوتی ہے، قبر میں نمازِ شب پڑھنے والے کی مؤنس اور غم خوار ہوتی ہے، اس کی زیارت کرنے والی ہے اور جب قیامت کا دن ہوگا تو نمازِ شب اس آدمی پر سایہ کرے گی اور اس کے سر کا تاج ہوگی، اس کے بدن کو محشر کی سختی سے بچانے کے لئے لباس کا کام دے گی اور اس کے آگے آگے روشنی کرے گی، اس کے اور جہنم کے درمیان حائل ہوگی، مؤمن بندہ کے لئے دلیل بن کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگی، اس کے میزان اعمال کے بھاری ہونے کا باعث اور پل صراط سے گزرنے کی راہ داری ہوگی، نمازِ شب جنت کی چابی ہے کیونکہ نمازِ شب تکبیر، حمد، تسبیح، خُدا کی بزرگی بیان کرنے اور اس کی تقدیس اور پاکی کو بیان کرنے کو شامل ہے اسی طرح نمازِ شب میں خُدا کی تعظیم اور قرآن کی تلاوت ہوتی ہے ساتھ ہی اس میں دُعا قنوت وغیرہ جیسی مناجات بھی شامل ہیں، اعمال کی بنیاد اور جڑ خود نماز کو اس کے اصلی اور سر وقت میں بجالانا ہے''

قال النبی ﷺ: لعلی علیہ السلام: اوصيك فى نفسك بخصال
فاحفظها ثم قال اللهم اعننه الى ان قال: وعليك بصلاة الليل
وعليك بصلاة الليل وعليك بصلاة الليل: (ارشاد القلوب)

''حضرت نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اے علی علیہ السلام میں تجھے چند باتوں کی وصیت کرتا ہوں انہیں یاد رکھو! بارالہٰا اس میں علی علیہ السلام کی مدد کر! یہاں تک کہ تین

دفعہ فرمایا: اے علی علیہ السلام تجھے نمازِ شب ضرور پڑھنی چاہئے، تجھے نمازِ شب ضرور پڑھنی چاہئے، تجھے نمازِ شب ضرور پڑھنی چاہئے''۔

اے میرے عزیز! نمازِ شب پڑھنے سے ایک تو حافظہ بڑھتا ہے کیونکہ نمازِ شب کے ذریعے بندہ کا ذات حق تعالیٰ سے رابطہ پیدا ہوتا ہے جس سے ایک ایسی نورانیت نصیب ہوتی ہے جس سے باطن انسانی شفاف اور صاف ہوجاتا ہے جس سے علم جیسا فیض الٰہی اس کے قلب پر فرشتوں کے ذریعے نازل ہوتا ہے، دوسرا اس کا یہ فائدہ ہے کہ انسان دُنیاوی محبت سے آزاد ہوجاتا ہے کیونکہ دُنیا میں مشغول رہنا طالب علم کو علم کے تسلسل میں رکاوٹ کا باعث ہوتا ہے اور اس حالت میں ذہن انسانی کو سکون واطمینان حاصل نہیں ہوتا جس کی وجہ سے طالب علم ہمہ تن علم حاصل کرنے میں مشغول نہیں ہوسکتا جس کا نتیجہ اور ثمرہ علم سے محرومیت کی صورت میں نمایاں ہوگا، اس کے علاوہ انسان نمازِ شب کو ترک کرنے کی وجہ سے ایک عظیم نفع سے ہر شب محروم ہوتا ہے جب کہ حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

الرکعتان فی جوف اللیل احبّ ألیّ من الدنیا وما فیھا:

(بحارالانوار: جلد ۸۷: صفحہ ۱۴۸: حدیث ۲۳)

''دلِ شب میں دو رکعات کو ادا کرنا خود دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے زیادہ میرے لئے محبوب تر ہے''۔

اگر انسان خود نمازِ شب کی دو رکعتوں سے محروم ہوتا ہے تو کس قدر عظیم منفعت سے محروم ہوجاتا ہے اگر ایک رات کی تمام رکعتیں فوت ہوجائیں تو کس قدر ایک عظیم نعمت ہاتھ سے نکل گئی اور پھر ایک رات میں اتنا روحانی اور معنوی نقصان ہوا اور اگر انسان ہر روز نمازِ شب نہ پڑھے تو کس قدر بدنصیبی اس کو دامن گیر رہتی ہے، کیا انسان ہر شب صرف بیس (۲۰) منٹ کی نیند کو اتنی عظیم نعمت پر ترجیح دے؟ اگرچہ نمازِ شب واجب نہیں ہے لیکن اس کے نفع کو ترک کرنا گویا دنیا کو ترجیح دینا ہے، دُنیا کی نیند جیسی لذت کو مقدم کرنا ہے، نیند ایک دُنیاوی لذت ہے، جو نیند کو مقدم کرتا ہے اور نمازِ شب کو چھوڑ دیتا ہے گویا کہ اس نے آخرت کو کم اہمیت گمان کیا اور دنیاوی لذت کو اہمیت دیتے ہوئے سویا رہا ہے تو کیا اسے اہل دُنیا نہیں کہا جائے گا؟ کیا اُسے الٰہی انسان کہا جائے گا؟ کیا وہ طالب علم خود اہل دنیا نہیں ہے؟ جب وہ خود اپنے نفس سے آخرت کی نعمتوں کو حاصل کرنے میں شیطان پر غلبہ اور نیند کی لذت سے آزادی حاصل نہ کرسکا تو بندگانِ خُدا تعالیٰ کو شیطان اور اس کے منحوس چکروں سے کیا بچا سکے گا؟ جب وہ خود دُنیا کی لذتوں میں غرق ہے جن میں ایک نیند کی لذت بھی ہے تو دوسروں کو کیا دُنیاوی لذتوں سے نجات دے سکتا ہے؟؟

اُٹھ! کمر ہمت باندھ اور بیس (۲۰) منٹ کی نیند جیسی لذت کو ٹھوکر مار کر ہر شب عالم آخرت کی عظیم نعمت کی لذت سے خود کو سعادت مندی کا

مصداق حقیقی بناتے ہوئے محمد وآل محمد ﷺ کے کردار کو زندہ کر!!!

قال الصادق علیہ السلام: ان البیوت التی یصلی فیها باللیل بتلاوة القرآن تضیئی لاهل السماء کما تضیئی نجوم السماء لاهل الارض:(من لا یحضره الفقیه: جلد۱: صفحہ:۲۹۹)

"حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: وہ گھر جن میں نمازِ شب پڑھی جاتی ہے اور قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ گھر اہل آسمان کے لئے اس طرح روشن ہوجاتے ہیں جس طرح آسمان کے ستارے زمین والوں کے لئے روشن ہوتے ہیں":

وجاء رجل الی ابی عبد الله علیہ السلام: فشکی الیه الحاجة فافرط فی الشکایة حتی کادان یشکو الجوع فقال له ابو عبد الله یا هذا تصلی باللیل ؟ فقال الرجل نعم فالتفت ابو عبدالله علیہ السلام: الی اصحابه فقال : کذب من زعم انه یصلی باللیل ویجوع بالنهار ان الله تبارک وتعالیٰ ضمن صلاة اللیل قوت النهار:

(من لا یحضره الفقیه: ج۱:ص:۳۰۰)

"ایک آدمی نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے اپنی حاجت کی شکایت کی اور اس حاجت میں بہت ہی اصرار کیا یہاں تک کہ اس نے اپنے بھوکے ہونے کا شکوہ کیا تو حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے تو اس حالت میں مبتلا شخص! کیا تو

نمازِ شب پڑھتا ہے؟ پھر اس شخص نے کہا ہاں اس کے بعد حضرت علیہ السلام اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: جو شخص نمازِ شب پڑھے اور دن کو بھوکا رہے تو اس نے جھوٹ بولا کہ میں بھوکا رہا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے دن کی روزی کو نمازِ شب میں سمو دیا ہے":

الفصل الثانی عشر

فیما یجلب الرزق، وما یمنع الرزق وما یزید العمر وما ینقص

ثم لا بدّ لطالب العلم من القوّة والصحة لیکون فارغ البال فی طلب العلم و فی کلّ ذلک صنّفوا کتاباً، فأوردت البعض هاهنا علی الاختصار، قال رسول الله ﷺ:(لا یزید فی الرزق ولایردّ القدر، الّا الدّعاء، ولا یزید العمر الّا البرّ)، فیثبت بهذا الحدیث أنّ ارتکاب الذنب یسبّب حرمان الرزق خصوصاً الکذب یورث الفقر و قد ورد حدیث خاصّ بذلک وکذا الصّحبة جنباً یمنع الرّزق، و کذا کثرة النوم ثم النوم عریاناً، والبول عریاناً، والأکل جنباً، والتهاون بسقاط المائدة، وحرق قشر البصل والثوم، و کنس البیت فی اللّیل، وترک القمامة فی البیت،

والمشى قدّام المشايخ، ونداء الأبوين باسمهما، والخلال بكلّ خشبة، وغسل اليدين بالتراب والطين والجلوس على العتبة، والاتّكاء على أحد زوجيى الباب، والتوضّؤ فى المبرز، وخياطة الثوب على البدن، تجفيف الوجه بالثوب، وترك بيت العنكبوت فى البيت، والتهاون بالصلاة، واسراع الخروج من المسجد، والابتكار فى الذهاب الى السوق والابطاء فى الرجوع منه:

بارھویں فصل

عمراوررِزق کے اسباب

"یہ فصل ان اُمور میں ہے جو عمر کو یا بڑھاتے ہیں یا کم کرتے ہیں، اسی طرح وہ امور جو رزق کو بڑھاتے ہیں یا کم کرتے ہیں اس کے بعد ضروری ہے کہ طالب علم بدن کے لحاظ سے باقوت اور صحت مند ہونا چاہئے تاکہ اس کا ذہن ہر قسم کی کمزوری اور بیماری کی پریشانی سے خالی اور فارغ ہو، ان میں ہر ایک کے لئے کتابیں تصنیف کی گئی ہیں مختصر طور پر بعض چیزوں کا ذکر کرتا ہوں،

حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی چیز رزق نہ ہی بڑھاتی ہے اور نہ تقدیر کو رد کرتی ہے مگر وہ دُعا ہے جو رزق کو بڑھاتی اور تقدیر کو رد کرتی ہے عمر کو نیکی اور احسان سے بڑھ کر کوئی چیز طولانی نہیں کرتی، اس حدیث سے

ثابت ہوتا ہے کہ گناہوں کا مرتکب ہونا خود رزق سے محرومی کا باعث بنتا ہے خاص طور پر خود جھوٹ فقیری کا باعث ہوتا ہے اس کے بارے میں خاص حدیث وارد ہوئی ہے، اسی طرح جنابت اور احتلام کی حالت میں باتیں کرنے سے رزق گھٹتا ہے، کثرت سے سونا خصوصاً ننگا نیند کرنا، ننگے پیشاب کرنا، حالت جنابت میں کھانا، دسترخوان پر کھانے کے ریزے اور ٹکڑے کا احترام نہ کرنا، پیاز اور لہسن کے چھلکے جلانا، رات کو جھاڑو دینا، گھر میں زندہ جُوں چھوڑنا، بزرگ لوگوں کے آگے قولی اور فعلی لحاظ سے چلنا، والدین کو ان کے نام سے پکارنا، ہر قسم کی لکڑی سے دانتوں کا خلال کرنا، مٹی اور خاک سے ہاتھ دھونا، چوکھٹ، سیڑھی زینہ اور کسی موڑ پر بیٹھنا، دروازے کے ایک طاق پر سہارا دینا، بیت الخلاء میں وضو کرنا، بدن پر کپڑے کو سینا، کپڑے سے منہ خشک کرنا، مکڑی کے جالے کو گھر میں صاف نہ کرنا، نماز میں سہل انگاری سے کام لینا، مسجد سے جلدی نکلنا، بازار میں صبح سویرے جانا اور دیر سے واپس آنا یہ تمام چیزیں رزق کی کمی اور فقر کا باعث بنتی ہیں"۔

وشراء كسرات الخبز من الفقراء السائلين، ودعاء الشرّ على الوالدين، وترك تطهير الأوانى، واطفاء السراج بالنّفس، كلّ ذلك يورث الفقر عرف ذلك بالآثار، وكذا الكتابة بقلم معقود، والامشاط بمشط مكسور، وترك الدعاء للوالدين،

والتعمّم قاعداً والتسرول قائماً ، والبخل والتقتير والاسراف والكسل والتوانی والتهاون فی الامور:

''اس طرح گداگر اور بھکاری لوگوں سے روٹی کے ٹکڑے خریدنا، والدین کو بددُعا کرنا، برتن بغیر دھوئے چھوڑنا، پھونک سے چراغ بجھانا، خاک آلودہ قلم سے لکھنا، ٹوٹے کنگھے سے کنگھا کرنا، والدین کو دعا نہ کرنا، بیٹھے عمامہ باندھنا، کھڑے ہوکر شلوار پہننا، بخل اور تنگ خرچی کو اپنانا، اسراف کرنا اور تمام اُمور میں سستی اور سہل انگاری سے کام لینا، یہ تمام چیزیں بھی فقر کا باعث بنتی ہیں'':

قال رسول اللہ ﷺ: (استنزلوا الرّزق بالصّدقة)

والبكور مبارك يزيد فی جميع النعم خصوصاً فی الرزق ، وحسن الخطّ من مفاتيح الرزق ، وطيب الكلام يزيد فی الرزق:

''حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: رزق کو صدقہ کے ذریعے حاصل کرو صبح سویرے اٹھنا تمام نعمتوں خاص طور پر رزق میں بہت اضافہ اور برکت کا باعث ہوتا ہے، خوش خطی رزق کی چابیوں میں سے ہے اور خوش اخلاقی رزق بڑھاتی ہے'':

عن حسين ابن علی علیہ السلام: (ترك الزناء وكنس الفناء وغسل الانا مجلبة للغناء):

''حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں: ترک زناء، گھر کے سامنے میدان اور صحن

کا جھاڑو دینا اور گھر کے برتنوں کو دھو کر رکھنا رزق کی وسعت اور کشادگی کا باعث ہوتا ہے'':

وأقوى الأسباب الجالبة للرزق الصّلاة بالتعظيم و الخشوع ، وقراءة سورة الواقعة خصوصاً باللّيل ووقت العشاء وسورة يٰس وتبارك الّذى بيده الملك وقت الصبح ، وحضور المسجد قبل الأذان ، والمداومة على الطهارة ، وأداء سنّة الفجر والوتر فى البيت ، وأن لايتكلّم بكلام اللّغو، قيل: (من اشتغل بما لا يعنيه يفوته ما يعنيه):

''نماز کو تعظیم اور خشوع سے قائم کرنا، سورہ واقعہ کو خاص طور پر رات اور عشاء کے وقت تلاوت کرنا، سورہ یٰسین اور سورہ تبارک کو صبح کے وقت تلاوت کرنا، مسجد میں اذان سے پہلے حاضر ہونا، ہمیشہ وضو اور طہارت میں رہنا، وتر اور صبح کے نوافل گھر میں ادا کرنا اور لغویات پر مشتمل کلام نہ کرنا رزق کے بہترین اسباب میں سے ہیں، کہا گیا ہے کہ جو بیہودہ اور لغو باتوں میں مشغول رہتا ہے اس سے بہترین اور مفید باتیں ہاتھ سے نکل جاتی ہیں'':

قال علی علیہ السلام: اذاتم العقل نقص الكلام:

''حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جب عقل پوری اور کامل ہوجاتی ہے تو بولنا کم ہوجاتا ہے'':

ومـمّا يزيد فى العمر ترك الأذى ، وتوقير الشيوخ وصلة الـرحـم ، ويـحترز عن قطع الأشجار الرطبة الّا عند الضرورة ، واسبـاغ الـوضـوء وحـفظ الصحّة ، ولابدّ لطالب العلم أن يتعلّم شيـئـاً مـن الـطـبّ ويتبـع بـالآثـار الواردة فى الطبّ الّذى جمعه الشيـخ الامـام أبـو الـعباس المستغفرى فى الكتاب المسمّى بطبّ النبىﷺ والحمد لله رب العالمين:

''کسی شخص پر اذیت کو ترک کرنا، بزرگوں کا احترام اور قریبی رشتہ داروں سے تعلقات قائم رکھنا عمر میں اضافہ کا باعث بنتا ہے، سبز اور ہرے درختوں کو ضرورت کے بغیر نہ کاٹنا، وضو کامل کرنا اور صحت کی حفاظت کرنا بھی عمر کے طولانی ہونے کا باعث ہوتا ہے'':

طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ علم طب میں سے کچھ نہ کچھ سیکھے! اس علم طب جس کو شیخ امام ابو عباس مستغفریؒ نے اس کتاب جس کا نام طب النبیﷺ رکھا ہے پر عمل کرے اور آخر میں حمد ہے اس اللہ کی جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے'': (متن کتاب تمام شد)

چند مزید چیزیں جو رزق کی زیادتی میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں،

(۱) دُعا کرنا (۲) نیکی (۳) صدقہ (۴) باطہارت ہونا (۵) خوش اخلاقی

عـن ابى جعفرؑ: عـليك بـالـدعا لا خوانك بظهر الغيب

فانه يسهل الرزق : (بحار الانوار: ج۷۶: ص:۶۰)

''تیرے لئے ضروری ہے کہ تو اپنے بھائیوں کے لئے پس پردہ دُعا کرے کیونکہ اس سے رزق میں کثرت سے اضافہ ہوتا ہے'':

قال الصادقؑ: من حسن بره اهل بيته زيد فى رزقه:

(بحار الانوار: ج۶۹: ص:۴۰۸)

''حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں: اپنے اہل وعیال سے بہترین نیکی کا سلوک کرنا اس کے رزق میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے'':

ابو عبد اللهؑ: ان البر يزيد فى الرزق:

''نیکی رزق کو بڑھاتی ہے'': (بحار الانوار: ج۷۴: ص:۸۱)

قال علیؑ: استنزلوا الرزق بالصد قة:

''صدقہ کے ذریعے رزق کو حاصل کرو'': (بحار الانوار: ج۷۸: ص:۲۰)

عن الباقرؑ: الزكاة تزيد فى الرزق: (بحار الانوار: ج۹۶: ص:۱۴)

''زکوٰۃ خواہ واجب ہو یا صدقہ کی صورت میں، رزق کو بڑھاتی ہے'':

قـال رجـل للنبىﷺ: احـب ان يـوسّـع علىّ فى الرزق فقالﷺ: دم على الطهارة يوسّع عليك رزقك:

(بحار الانوار: ج۷۴: ص:۳۶۲)

''ایک شخص نے حضرت رسول اکرمﷺ سے عرض کی میں چاہتا ہوں کہ میرا

رزق وسیع ہو تو حضرت ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ طہارت یعنی وضو کی حالت میں رہو، تمہارا رزق وسیع ہو جائے گا“:

عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السلام: الرزق اسرع الی من یطعم الطعام من السکین فی السنام: (بحارالانوار: ج ۷۸: ص:۳۹۶)

”جو کسی کو کھانا کھلاتا ہے تو اس کی طرف رزق چاقو اور چھری کا اونٹ کی کوہان پر چلنے سے زیادہ تیزی سے آتا ہے“:

ابو عبد اللّٰہ علیہ السلام: حسن الخلق یزید فی الرزق :

”خوش اخلاقی رزق کو بڑھاتی ہے“: (بحارالانوار: ج ۷۳: ص:۳۱۸)

عن ابی جعفر علیہ السلام: ان العبد لیذنب فیزوی عنه الرزق:

”جب بندہ گناہ کو انجام دیتا ہے تو اس سے رزق روک لیا جاتا ہے“:

چند حدیثیں عمر کے طولانی ہونے کے اسباب کو بیان کرتی ہیں“:

قال رسول اللّٰہ ﷺ: اکثر الطهور یزید اللّٰہ فی عمرك:

(بحارالانوار: ج ۶۹: ص:۳۹۶)

”طہارت کو کثرت (بے وقفہ) سے اختیار کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تیری عمر بڑھائے“:

قال ابو عبد اللّٰہ علیہ السلام: من حسن بره باهل بيته زيد فی عمره :

(بحارالانوار: ج ۷۰: ص:۲۰۵)

”حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جو اپنے اہل و عیال سے نیکی اور اچھے

اخلاق سے پیش آتا ہے اس کی عمر بڑھا دی جاتی ہے“:

قال ابو عبد اللّٰہ علیہ السلام: ان احببت ان یزید اللّٰہ فی عمرك فسرّ ابويك: (بحارالانوار: ج ۴۷: ص:۸۱)

”اگر تو چاہتا ہے کہ اللہ تیری عمر کو بڑھائے تو اپنے والدین کو مسرور و خوش کرو“:

عن ابی جعفر علیہ السلام: مر وا شیعتنا بزیارة الحسین ابن علی علیہ السلام: فان اتیانه یزید فی الرزق ویمدّ فی العمر ويدفع مدافعة السوء: (بحارالانوار: ج ۱۰۱: ص:۴)

”ہمارے شیعوں کو امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی طرف (زبان و فعل سے) لے جاؤ! امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرنا، خواہ حاضر خواہ غائبانہ رزق کو بڑھاتی ہے، عمر کو طولانی کرتی ہے اور مصیبتوں کو دفع کرتی ہے“:

پس قاعدہ کلی عمر کے یا رزق کے بڑھنے اور گھٹنے میں ہر حدیث کے مضمون کی ضد یا منافی کو اس حدیث سے اخذ اور حمل کیا جائے اگر ایک حدیث نیکی کو طول عمر یا وسعت رزق کے لئے بیان کرتی ہے تو اس نیکی کی ضد کو ضیق رزق اور کم عمری کا سبب تصور کیا جائے،

اے میرے عزیز و محترم! اگر اس کتاب کے مطالعے سے تیرے لئے علم کے دروازے کھل گئے تو ذات حق تعالیٰ جو کہ علیم ہے اس کا شکر بجالا، تا کہ علم میں مزید اضافہ ہو، اگر نعوذ باللہ من ذلك تیرے جہل کے لئے کوئی نسخہ

کتابی مؤثر نہیں تو گویا کہ تو نے کتاب کا مطالعہ ہی نہیں کیا خالق مدینۃ العلم کے دروازے سے تو نا اُمید ہو چکا ہے درحالانکہ مدینۃ العلم اور اس کے دروازے کے خالق سے شیطان بھی نا اُمید نہیں ہوا،

:لا تأیسوا من روح اللّٰہ انه لا یایئس من روح اللّٰہ الا القوم الکافرون:(سورہ یوسف: آیت ۸۷)

''تم اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو بے شک اللہ کی رحمت سے جو لوگ کافر ہیں وہی نا اُمید اور مایوس ہوتے ہیں'':

:والذین کفروا بایات اللّٰہ ولقائه اُولئك یئسوا من رحمتی واولئك لھم عذاب الیم:(سورہ عنکبوت: آیت ۲۳)

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور اس کی ملاقات یا جزاء اور سزا کا انکار کرتے ہیں وہی لوگ میری رحمت سے نا اُمید ہوں گے اور یہی (نا اُمید اور کافر) وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے'':

:الحمد للّٰہ رب العالمین رب السمٰوٰات والارض:

:والسلام علٰی من اتبع الھدیٰ:

تمام شد

14-02-1995 بمطابق ۱۳،۹،۱۴۱۵ ہجری

:الاحقر الراجی: محمد صادق حیدری

نہج البلاغہ

:ومن خطبة له علیہ السلام: (خطبه ۱۹۱) روی ان صاحباً لامیر المؤمنین علیہ السلام: یقال له همام كان رجلًا عابداً ، فقال یا امیر المؤمنین علیہ السلام: صِف لی المتقین حتی کأنی انظر الیهم فتثاقل علیہ السلام عن جوابه ثم قال: یا همامؒ اتق اللّٰہ واحسن فان اللّٰہ مع الذین اتقوا والذین هم محسنون ، فلم یقنع همامؒ بهذا القول حتی عزم علیه فحمد اللّٰہ واثنی علیه وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:ثم قال: اما بعد،فان اللّٰہ سبحانه وتعالیٰ خلق الخلق حین خلقهم غنیا عن طاعتهم، امنا من معصیتهم ، لا نه لا تضره معصية من عصاه ولا تنفعه طاعة من اطاعه، فقسم بینهم معیشتهم ووضعهم من الدنیا مواضعهم فالمتقون فیها هم اهل الفضائل منطقهم الصواب وملبسهم الا قتصاد ومشیهم التواضع غضوا ابصار هم عما حرم اللّٰہ علیهم ووقفوا اسما عهم علی العلم النافع لهم ، نزلت انفسهم منهم فی البلآء کالتی نزلت فی الرخاء :

''بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے ایک صحابی جنہیں ہمامؒ کہا جاتا ہے وہ بہت عبادت گذار شخص تھے، اُنھوں نے حضرت علیہ السلام سے عرض کی کہ یا امیر المؤمنین علیہ السلام مجھ سے پرہیز گاروں کی حالت اس طرح بیان فرمائیں گویا

کہ میں ان کو دیکھ رہا ہوں، حضرت علیہ السلام نے جواب دینے کو سنگین سمجھا پھر اتنا فرمایا: اے ہمامؒ اللہ سے ڈرو اور اچھے عمل کرو، کیونکہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی اور نیک کردار ہوں! ہمامؒ نے آپ علیہ السلام کے اس جواب پر اکتفا نہ کیا اور آپ علیہ السلام کو قسم دی جس پر حضرت علیہ السلام نے خُدا کی حمد و ثناء کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور یہ فرمایا:

اللہ سبحانہ نے جب مخلوقات کو پیدا کیا تو ان کی اطاعت سے بے نیاز اور ان کی نافرمانیوں سے بے خطر ہو کر اسے خلق کیا! کیونکہ اسے نہ کسی معصیت کار کی معصیت سے نقصان اور نہ کسی فرمانبردار کی اطاعت سے فائدہ پہنچتا ہے ،اس نے زندگی کا سروسامان ان میں بانٹ دیا ہے اور دُنیا میں ہر ایک کو اس کے مناسب محل و مقام پر رکھا ہے، چنانچہ فضیلت ان کے لئے ہے جو پرہیزگار ہیں کیونکہ ان کی گفتگو واقعیت دار، لباس میں میانہ روی اور چال ڈھال متواضعانہ ہوتی ہے، اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے انھوں نے آنکھیں بند کر لیں اور فائدہ مند علم پر کان دھر لیے ہیں ان کے نفس زحمت و تکلیف میں بھی ویسے ہی رہتے ہیں جیسے آرام اور آسائش کی حالت میں ہوتے ہیں'':

ولو لا الاجل الذی کتب لھم لم تستقر ارواحھم فی اجسادھم طرفة عین شوقاً الی الثواب، وخوفاً من العقاب، عظم الخالق فی انفسھم فصغر ما دونه فی اعینھم فھم والجنة

کمن قد راھا فھم فیھا منعمون، وھم والنار کمن راھا فھم فیھا معذبون قلوبھم محزونة وشرورھم مامونة، واجسادھم نحیفة وحاجاتھم خفیفة، وانفسھم عفیفة، صبروا ایاماً قصیرة اعقبتھم راحة طویلة، تجارة مربحة یسرھا لھم ربھم ارادتھم الدنیا فلم یریدوھا واسرتھم ففدو انفسھم منھا:

''اگر (زندگی کی مقررہ) مدت نہ ہوتی جو اللہ نے ان کے لئے لکھ دی ہے تو ثواب کے شوق اور عاقبت کے خوف سے ان کی روحیں ان کے جسموں میں چشم زدن کے لئے بھی نہ ٹھہرتیں، خالق کی عظمت ان کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے اس لئے کہ اس کے ماسوا ہر چیز ان کی نظروں میں ذلیل و خوار ہے وہ گویا جنت کو دیکھ چکے ہیں اور اس وقت جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہیں اور دوزخ کا بھی ایسا یقین ہے جیسے کہ وہ اس کے عذاب میں مبتلا ہیں، ان کے بدن لاغر، ضروریات خفیف اور ان کی روحیں پاک دامن ہیں، انھوں نے چند مختصر سے دنوں کی (تکلیفوں) پر صبر کیا جس کے نتیجہ میں دائمی آسائشیں حاصل کیں یہ ایک فائدہ مند تجارت ہے جو اللہ نے ان کے لئے مہیا کی، دُنیا نے انہیں چاہا مگر اُنھوں نے دُنیا کو نہ چاہا، اس نے انہیں قیدی بنانا چاہا تو اُنھوں نے اپنے نفسوں کا فدیہ دے کر اپنے کو چھڑا لیا اور آزاد ہو گئے!!''

اما اللیل فصافون اقدامھم، تالین لاجزاء القرآن یر:

تلونه ترتيلاً ، يحزنون به انفسهم ويستشيرون به دوآء دآئهم ، فاذا مروا باية فيها تشويق ركنوا اليها طمعاً ، وتطلعت نفوسهم اليها شوقاً ، وظنوا انها نصب اعينهم ، واذا مروا باية فيها تخويف اصغوا اليها مسامع قلوبهم وظنوا ان زفير جهنم وشهيقها فى اصول اذانهم فهم حانون على اوساطهم مفترشون لجباههم وأكفّهم وركبهم واطراف اقدامهم يطلبون الى الله تعالىٰ فى فكاك رقابهم:

''رات ہوتی ہے تو اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر قرآن کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے ہیں، جس سے اپنے دلوں میں غم واندوہ تازہ کرتے ہیں، اور اپنی بیماری کی دَوا ڈھونڈتے ہیں، جب کسی ایسی آیت پر ان کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب دلائی گئی ہو تو اس کی طمع میں ادھر جھک جاتے ہیں اور اس کے اشتیاق میں ان کے دل بے تابانہ کھنچتے ہیں، اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ (پُر کیف) منظر ان کی نظروں کا ہدف ہے، اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی نظر پڑتی ہے کہ جس میں (دوزخ) سے ڈرایا گیا ہو تو اس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جہنم کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ وپکار ان کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے، وہ (رکوع) میں اپنی کمریں جھکائے اور سجدہ میں اپنی پیشانیاں، ہتھیلیاں، گھٹنے اور پیروں کے

کنارے (انگوٹھے) زمین پر بچھائے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے گلو خلاصی کے لئے التجا کرتے ہیں'':

واما النهار فحلماء، علمآء، ابرار اتقياء ، قد براهم الخوف برى القداح ينظر اليهم الناظر فيحسبهم مرضى وما بالقوم من مرضٍ ويقول قد خولطوا ، ولقد خالطهم امر عظيم ، لايرضون من اعمالهم القليل ولا يستكثرون الكثير ، فهم لا نفسهم متهمون ومن اعمالهم مشفقون، اذا زكى احدهم خاف مما يقال له فيقول ، انا اعلم بنفسى من غيرى وربى اعلم بى منى بنفسى اللهم لا تو اخذنى بما يقولون ، واجعلنى افضل مما يظنون واغفر لى مالايعلمون:

''دن ہوتا ہے تو وہ دانش مند عالم نیکوکار اور پرہیزگار نظر آتے ہیں، خوف نے انہیں تیروں کی مثل لاغر کر چھوڑا ہے! دیکھنے والا انہیں دیکھ کر مریض سمجھتا ہے حالانکہ انہیں کوئی مرض نہیں ہوتا، اور جب ان کی باتوں کو سنتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ ان کی عقلوں میں فتور ہے (ایسا نہیں) بلکہ انہیں تو ایک دوسرا ہی خطرہ لاحق ہے، وہ اپنے ہی نفسوں پر سُوءِ ظن رکھتے ہیں اور اپنے اعمال سے خوف زدہ رہتے ہیں، جب ان میں سے کسی ایک کو (صلاح وتقویٰ) کی بنا پر سراہا جاتا ہے تو وہ اپنے حق میں کہی ہوئی باتوں سے لرز اٹھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں

دوسروں سے زیادہ اپنے نفس کو جانتا ہوں اور میرا پروردگار! مجھ سے بھی زیادہ میرے نفس کو جانتا ہے، خُدایا! ان کی باتوں پر میری گرفت نہ کرنا اور میرے متعلق جو یہ حُسن ظن رکھتے ہیں! مجھے ان سے بہتر قرار دینا اور میرے ان گناہوں کو بخش دینا جو ان کے علم میں نہیں'':

فمن علامة احدهم انك ترىٰ له قوة فى دين وحزماً فى لين، وايماناً فى يقين وحرصاً فى علم ، و علماً فى حلم وقصداً فى غنى ، وخشوعاً فى عبادة، وتجملًا فى فاقة ، وصبراً فى شدة وطلباً فى حلال، ونشاطاً فى هدى وتخرجاً عن طمع يعمل الا عمال الصالحة وهو على وجل ، يمسى وهمه الشكر ويصبح وهمه الذكر يبيت حذراً ويصبح فر حاً ،حذراً لما حذر، من الغفلة وفرحاً بما اصاب من الفضل والرحمة ان استصعبت عليه نفسه فيما تكره لم يعطها سؤلها فيما تحب قرة عينه فيما لا يذول وزهادته فيما لا يبقىٰ:

''ان میں سے ایک کی علامت یہ ہے کہ تم اسے دین میں مستحکم، نرمی وخوش خلقی کے ساتھ دور اندیشی، ایمان میں یقین اور استواری، بردباری کے ساتھ دانائی ،خوش حالی میں میانہ روی، عبادت میں عجز ونیاز مندی، فقر وفاقہ میں آن بان، مصیبت میں صبر، طلب رزق میں حلال پر نظر، ہدایت میں کیف وسرور اور طمع

سے نفرت و بے تعلقی میں دیکھو گے، وہ نیک اعمال بجالانے کے باوجود خائف رہتا ہے، شام ہوتی ہے تو اس کے پیش نظر اللہ کا شکر اور صبح ہوتی ہے تو اس کا مقصد یادِ خُدا ہوتا ہے، رات خوف وخطر میں گزارتا ہے اور صبح کو خوش اٹھتا ہے، خطرہ اس کا کہ رات غفلت میں نہ گزر جائے اور خوشی اس فضل ورحمت کی دولت پر جو اسے نصیب ہوئی ہے، اگر اس کا نفس کسی ناگوار صورت حال کے برداشت کرنے سے انکار کرتا ہے تو وہ اس کی من مانی خواہش کو پورا نہیں کرتا، جاودانی نعمتوں میں اس کے لئے آنکھوں کا سرور ہے اور دار فانی کی چیزوں سے اسے بے تعلقی و بیزاری ہے'':

يمزج الحلم بالعلم والقول بالعمل ، تراه قريباً امله، قليلًا زلله ، خاشعاً قلبه قانعة نفسه، منزوراً اكله ، سهلًا امره ، حزيزاً دينه ميتة شهوته ، مكظوماً غيظه ، الخير منه مامول ، والشر منه مأمون ، ان كان فى الغافلين كتب فى الذاكرين ، وان كان فى الذاكرين لم يكتب من الغفلين ، يعفوعمن ظلمه ويعطى من حرمه ويصل من قطعه ، بعيداً فحشه ، لينا قوله ، غائباً منكره حاضراً معروفه ، مقبلا خيره ، مدبراً شره ، فى الزلازل وقور، وفى المكاره صبور، وفى الرخاء شكور،لا يحيف على من يبغض ، ولا يا ثم فيمن يحب ، يعترف بالحق قبل ان يشهد

عليه ، لا يضيع مااستحفظ:

''اس نے علم میں حلم اور قول میں عمل کو سمو دیا ہے تم دیکھو گے اس کی اُمیدوں کا دامن کوتاہ، لغزشیں کم، دل متواضع اور نفس قانع، غذا قلیل، رویہ بے زحمت، دین محفوظ، خواہشیں مردہ اور غصہ ناپید ہے، اس سے بھلائی ہی کی توقع ہو سکتی ہے اور اس کے گزند کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا، جس وقت ذِکرِ خُدا سے غافل ہونے والوں میں نظر آتا ہے تب بھی ذِکر کرنے والوں میں لکھا جاتا ہے چونکہ اس کا دل غافل نہیں ہوتا اور جب ذِکر کرنے والوں میں ہوتا ہے تو غافلوں میں شمار نہیں کیا جاتا، جو اس پر ظلم کرتا ہے اس سے درگزر کر جاتا ہے، جو اسے محروم کرتا ہے اس کا دامن اپنی عطاء سے بھر دیتا ہے، جو اس سے بگاڑتا ہے یہ اس سے بناتا ہے، بیہودہ بکواس اس کے قریب نہیں پھٹکتی، اس کی باتیں نرم، برائیاں ناپید اور اچھائیاں نمایاں ہیں، خوبیاں اُبھر کر سامنے آتی ہیں، یہ مصیبت کے جھٹکوں میں کوہ حلم و وقار، سختیوں پر صابر اور خوش حالی میں شاکر رہتا ہے، جس کا دشمن ہو اس کے خلاف بے جا زیادتی نہیں کرتا اور جس کا دوست ہوتا ہے اس کی خاطر بھی کوئی گناہ نہیں کرتا، قبل اس کے کہ اس کی کسی بات کے خلاف گواہی کی ضرورت پڑے وہ خود ہی حق کا اعتراف کر لیتا ہے، امانت کو ضائع و برباد نہیں کرتا'':

ولاينسى ماذكر، ولاينابز بالالقاب، ولايضار بالجار،

ولايشمت بالمصائب، ولا يدخل فى الباطل، ولا يخرج من الحق، ان صمت لم يغمه صمته وان ضحك لم يعل صوته وان بغى عليه صبر حتى يكون الله هو الذى ينتقم له نفسه منه فى عناء، والنّاس منه فى راحة، اتعب نفسه لاخرته واراح الناس من نفسه، بعده عمن تباعد عنه زهد ونزاهته ودنوه ممن دنا منه لين و رحمة ليس تباعده بكبر وعظمة ولا دنوه بمكرو خديعة:

''جو اسے یاد دلایا گیا ہے اسے فراموش نہیں کرتا، نہ دوسروں کو بُرے ناموں سے یاد کرتا ہے، نہ ہمسایوں کو گزند پہنچاتا ہے، نہ دوسروں کی مصیبتوں پر خوش ہوتا ہے، نہ باطل کی سرحد میں داخل ہوتا ہے اور نہ جادہ حق سے قدم باہر نکالتا ہے، اگر چپ ہو جاتا ہے تو اس خاموشی سے اس کا دل نہیں گھبراتا اور اگر ہنستا ہے تو آواز بلند نہیں ہوتی، اگر اس پر زیادتی کی جائے تو صبر کرتا ہے تاکہ اللہ ہی اس کا انتقام لے! اس کا نفس اس کے ہاتھوں مشقت میں مبتلا ہے اور دوسرے لوگ اس سے امن و راحت میں ہیں، اس نے آخرت کی خاطر اپنے نفس کو زحمت میں اور خلق خُدا کو اپنے نفس کے شر سے راحت میں رکھا ہے، جن سے دوری اختیار کرتا ہے تو یہ زہد و پاکیزگی کے لئے ہوتی ہے اور جن سے قریب ہوتا ہے تو یہ خوش خلقی اور رحم دلی کی بنا پر ہے، اس کی دوری غرور و کبر کی وجہ سے نہیں اور نہ ہی اس کا میل جول کسی فریب اور مکر کی بنا پر ہوتا ہے'':

(قال) فصعق همامؓ صعقة كانت نفسه فيها ، فقال امير المؤمنين عليه السلام: اما والله لقد كنت اخافها عليه ثم قال: هكذا تصنع المواعظ البالغة با هلها فقال له قائل فما بالك يا امير المؤمنين عليه السلام ؟: فقال ويحك انّ لكل اجل وقتا لا يعدوه وسببا لا يتجاوزه فمهلا لا تعد لمثلها فانما نفث الشيطان على لسانك:

''راوی بیان کرتا ہے کہ ان کلمات کو سنتے سنتے ہمامؒ پر غشی طاری ہوئی اور اسی عالم میں اس کی روح پرواز کر گئی اور فوت ہو گیا، امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: خُدا کی قسم مجھے اس کے متعلق یہی خطرہ تھا پھر فرمایا: مؤثر نصیحتیں نصیحت پذیر لوگوں پر یہی اثر کیا کرتی ہیں، اس وقت ایک کہنے والے نے کہا کہ یا امیر المؤمنین علیہ السلام! پھر کیا بات ہے کہ خود آپ علیہ السلام پر ایسا اثر نہیں ہوتا؟ حضرت علیہ السلام نے فرمایا: بلاشبہ موت کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے کہ وہ اس سے آگے بڑھ نہیں سکتا اور اس کا ایک سبب ہوتا ہے جو کبھی ٹل نہیں سکتا ایسی گفتگو جس کو شیطان نے تمہاری زبان پر جاری کیا ہے تکرار نہ کرو''۔ (نہج البلاغہ)

اے میرے بھائی! اگر اس خطبہ کی تلاوت کے باوجود بھی تیری روح مردہ ہے تو اپنی بدبختی پر ماتم کرو!! (مترجم)

تمت بالخير

والسلام علىٰ من اتبع الهدى

محمد صادق حیدری

حضرت امام صادق علیہ السلام سے عنوان بصریؒ کی روایت

علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل عبارت کو شیخ بہائیؒ کے قلم سے لکھا ہوا میں نے خود دیکھا کہ شیخ شمس الدین بن مکیؒ کہتا ہے کہ اس روایت کو شیخ احمد فرہانیؒ کے ہاتھ سے لکھا ہوا میں نے خود پڑھا! جس میں لکھتے ہیں کہ عنوان بصریؒ نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے اس روایت کو نقل کیا ہے، عنوان بصریؒ ایک پیرسن آدمی تھے جن کی عمر ۹۴ سال تھی اور ایک قابلِ احترام شخصیت تھے،

قال كنت اختلف الى مالك بن انسؒ سنين فلمّا قدم جعفر الصادق عليه السلام: الى المدينة اختلفت اليه وأحببت ان آخذ عنه كما أخذت عن مالك بن انسؒ فقال عليه السلام: لى يوماً انى رجل مطلوب ومعذلك لى اوراداً فى كل الساعة من آناء الليل والنهار فلا تشتغلنى عن وردى:

''عنوان بصریؒ کہتا ہے کہ میری مالک بن اُنسؒ کے ساتھ ایک مدت تک آمدورفت تھی جب امام جعفر صادق علیہ السلام مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ جس طرح مالک بن اُنسؒ سے علمی استفادہ کرتا رہا ہوں اسی طرح حضرت امام صادق علیہ السلام سے علمی استفادہ کروں، تو ایک دن امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: مجھ پر حکومت کے کارندوں کی سخت

نگرانی ہے جب کہ ساتھ ساتھ دن رات کی ہر گھڑی میں میرے لئے خاص ذکر واذکار کے وظیفے ہیں اس لئے تم مجھے میرے وظائف سے روک کر اپنی باتوں میں مشغول نہ کرو“:

:وخذ عن مالك واختلف اليه كما كنت تختلف اليه فاغتممت من ذلك وخرجت من عنده وقلت فى نفسى لو تفرس فىّ خيراً لما ضجرنى عن الاختلاف اليه والاخذعنه فدخلت مسجد الرسول ﷺ وسلمت عليه ثم رجعت من الغد الى الروضة فصلّيت فيها ركعتين وقلت :اسئلك يا الله! يا الله! ان تعطف الىّ قلب جعفر عليه السلام، وترزقنى من علمه ما اهتدى بى الى صراطك المستقيم ، رجعت الى دارى مغتماً ولم اختلف الى مالك ابن انسؒ:

”حضرت علیہ السلام نے فرمایا: جاؤ مالک بن اُنسؒ سے استفادہ کرو اس سے اسی طرح آمد ورفت رکھو جس طرح پہلے تم اس سے آمد ورفت رکھتے تھے“عنوان بصریؒ“ کہتا ہے کہ حضرت علیہ السلام کے اس جواب سے میں سخت غم واندوہ اور ساتھ ساتھ پریشان ہوا اور ان کے پاس سے باہر نکلا اور دل میں کہا اگر حضرت علیہ السلام مجھ میں کسی اچھائی اور نیکی کو محسوس کرتے تو مجھے اپنے پاس آمد ورفت سے نہ ڈانٹتے یا علمی استفادہ سے منع نہ فرماتے! پھر میں مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوا اور سلام کیا اور دوسرے دِن لوٹا اور روضہ رسول اللہ ﷺ میں دو رکعت نمازِ نفل ادا کی

اورعرض کی اے اللہ! تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا دل مجھ پر مہربان اور نرم کردے اور ان کے علم سے وہ ہدایت مجھے نصیب فرما جس سے میں صراطِ مستقیم پر چل سکوں، پھر غم و پریشانی کی حالت میں اپنے گھر واپس آیا اور دوبارہ مالک بن اُنسؒ سے میں نے کوئی آمد ورفت نہ رکھی“:

:لما اشرب قلبى من حبّ جعفر عليه السلام، فما خرجت من دارى الّا الى الصلاة المكتوبة حتى عيل صبرى ولمّا ضاق صدرى تنعلت وترديت وقصدت جعفراً عليه السلام، وكان بعد ما صلّيت العصر فلمّا حضرت باب داره استأذنت اليه فخرج خادم له فقال ما حاجتك فقلت السلام على الشريف فقال هو قائم فى مصلّاه فجلست بحذاء بابه فما لبثت الّا يسيراً اذخرج خادم فقال ادخل على بركة الله:

”عنوان بصریؒ کہتا ہے کہ جب تک میرا دِل امام جعفر صادق علیہ السلام کی محبت سے سیراب نہ ہو گیا تو ایک عرصہ تک میں گوشہ نشین رہا صرف نماز کے علاوہ گھر سے میں باہر نہیں نکلتا تھا، یہاں تک کہ میرا سینہ تنگی محسوس کرنے لگا اور میرا صبر انتہا کو پہنچ گیا اسی وجہ سے خود کو میں نے آمادہ کیا اور نمازِ عصر کے بعد حضرت امام صادق علیہ السلام کے گھر کی طرف روانہ ہوا، جب میں حضرت علیہ السلام کے گھر کے دروازہ کے پاس پہنچا اور گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہی تو خادم باہر آیا اور اُس

نے کہا کہ کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا حضرت علیہ السلام کی خدمت میں سلام کرنا چاہتا ہوں! خادم نے کہا، حضرت علیہ السلام مصلّی عبادت پر عبادت میں مشغول ہیں، میں اسی جگہ انتظار کرتا رہا لیکن کچھ ہی وقت گزرنے کے بعد خادم دوبارہ آیا اور مجھے کہا آؤ اللہ تعالیٰ کی خیر و برکت کے مظہر پر داخل ہو جاؤ'':

فدخلت وسلمت عليه فردّ علّى السلام فقال عليه السلام: اجلس غفرالله لك: فجلست فاطرق مليّا ثم رفع رأسه وقال عليه السلام: ابو من! فقلت: ابو عبد الله، قال عليه السلام: ثبت الله كنيتك ووفقك يا ابا عبد الله ما مسئلتك؟! فقلت فی نفسی لو لم يكن لی من زيارته والتسليم غير هذا الدّعاء لكان كثيراً، ثم رفع رأسه ثم قال عليه السلام: مامسئلتك ؟فقلت: سئلت الله عن أن يعطف قلبك علّى ويرزقنی من علمك وارجوان الله تعالىٰ اجابنی من فی الشريف ما سألته:

''عنوان بصریؒ کہتا ہے پھر میں گھر داخل ہوا اور حضرت علیہ السلام پر سلام کیا، پھر اُنھوں نے میرے سلام کا جواب دیا، پھر مجھے کہا اللہ تعالیٰ تجھے بخشے بیٹھ جاؤ، پھر میں بیٹھ گیا پھر اُنھوں نے مجھے دُعائے خیر کی، پھر اپنا سر اقدس اٹھایا اور فرمایا: تو کس کا باپ ہے؟ پھر میں نے کہا عبداللہ کا باپ ہوں، پھر حضرت علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیری اس کنیت کو ثابت قدم رکھے اور اے عبداللہ کے باپ اللہ تعالیٰ تجھے موفق کرے تیرا کیا سوال ہے؟ میں نے اپنے دِل میں کہا اگر حضرت علیہ السلام کی

زیارت اور ان کا مجھے دُعا کرنا اس کے علاوہ اور کچھ بھی نصیب نہ ہوتا تو یہی میرے لئے کافی تھا پھر حضرت علیہ السلام نے اپنا سر اُٹھایا پھر فرمایا: تیرا کیا مسئلہ ہے؟ پھر میں نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ آپ علیہ السلام کا دِل میرے لئے مہربان کر دے اور آپ علیہ السلام کے علم میں سے مجھے کچھ نصیب ہو اور اُمید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کی زبان مبارک سے مجھے جواب دے اور میری حاجت کو پورا کرے'':

فقال عليه السلام: يا ابا عبدالله ليس العلم بالتعليم انّما هو نور يقع علی قلب من يريد الله تبارك وتعالىٰ ان يهديه فان اردت العلم فاطلب اولا فی نفسك حقيقة العبودية واطلب العلم باستعماله واستفهم الله يفهمك قلت يا شريف فقال عليه السلام: قل يا ابا عبد الله! قلت يا ابا عبد الله ما حقيقه العبودية؟ قال عليه السلام: ثلاثة اشياء ان لايری العبد لنفسه فيما خوّله الله ملكاً لا نّ العبد لا يكون لهم ملك، يرون المال مال الله يضعونه حيث امر هم الله به ولا يدبر العبد لنفسه تدبيراً وجملة اشتغاله فيما امره تعالىٰ به ونهيه عنه فاذالم يدبر العبد لنفسه فيما خوّله الله تعالىٰ ملكاً هان عليه الا نفاق فيما امره الله تعالىٰ ان ينفق فيه واذافوّض العبد تدبير نفسه الی مدبّره هان عليه مصائب الدنيا واذا اشتغل

العبد بما امره اللّٰه تعالیٰ ونهيه لا ينفرغ منهما الى المراء والمباهات مع الناس فاذا اكرم الله العبد بهذه الثلثلة هان عليه الدنيا وابليس والخلق ولا يطلب الدنيا تكاثراً وتفاخراً ولا يطلب ما عند الناس عزاً وعلواً ولا يدع ايا مه با طلًا فهذا اوّل درجه التقى قال تعالیٰ: تلك الدار الاخرة نجعلها للذين لا ير يدون علواً فى الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقين:

''پھر حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو عبداللہ حقیقی علم سیکھنے سکھانے پر موقوف نہیں ہے حقیقت میں علم ایک ایسا نور ہے جو اس دِل وقلب پر جاری ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت کرنا چاہتا ہے! پھر اگر تو نے علم کا ارادہ کیا ہے تو پھر تو پہلے پہل خود اپنے نفس میں بندگی اور عبودیت کی حقیقت تلاش کر اور تجھے علم کا متلاشی اور طالب ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے فہم اور آگاہی کا سوال کر! تا کہ وہ تجھے فہم وادراک عطا فرمائے'':

عنوان بصریؒ کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے شرافت مند! تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو عبداللہ کہو تو میں نے عرض کیا اے ابا عبداللہ علیہ السلام (امام صادق علیہ السلام کی کنیت ہے) بندگی اور عبودیت کی حقیقت کیا ہے؟ حضرت علیہ السلام نے فرمایا: بندگی تین چیزوں کا نام ہے پہلی چیز یہ ہے کہ بندہ ہر اس نعمت کو جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطاء کی ہے اسے اپنی ملکیت نہ سمجھے کیونکہ

بندہ یا غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا وہ ہر مال کو اللہ تعالیٰ کا مال سمجھتا ہے پھر اس کا بندہ اس مال کو وہاں خرچ یا مصرف کرتا ہے جہاں خود اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے، دوسری چیز جو بندگی اور عبودیت کی حقیقت کو شامل ہے وہ یہ ہے کہ بندہ اپنے اُمور زندگی کے لئے کوئی تدبیر نہ رکھتا ہو اور تیسری چیز یہ ہے کہ ہمہ تن اس کی توجہ اور مشغولیت اس چیز کے بارے میں ہوتی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہوتا ہے یا جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے روکا ہوا ہوتا ہے پھر حضرت علیہ السلام فرماتے ہیں: جب بندہ اس مال کو جو اسے اللہ تعالیٰ نے عطاء کیا ہے اپنی ملکیت نہیں جانتا تو اس بندہ پر اس مال کو اس جگہ خرچ کرنا جہاں اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے آسان ہو جاتا ہے، جب بندہ اپنے اُمور زندگی کی تدبیر کو اس مدبر یعنی اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے تو اس کے لئے دُنیا کی مصیبتوں کو برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے (کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کو ہم مدبر اور وکیل قرار دیں گے تو اللہ تعالیٰ کا ہر کام دُکھ ہو یا سکھ ہو خیر سے خالی نہیں ہوتا! اس میں بندہ کے لئے مصلحت ہی مصلحت ہوتی ہے) اور جب ان اُمور کے بارے میں جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہوتا ہے یا اور اس نواہی میں خود جس سے اللہ تعالیٰ نے بندہ کو روکا ہوتا ہے اس میں بندہ مشغول رہتا ہے تو بندہ ان دونوں چیزوں سے فخر و مباہات یا لوگوں سے نزاع کی فرصت ہی نہیں پاتا،

پھر جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو ان تین چیزوں سے نوازتا ہے تو دُنیا،

شیطان یا مخلوق کی اس بندہ کے پاس کوئی وقعت نہیں رہتی اور وہ دُنیا کو فخر و مباہات یا زیادتی کے لئے طلب نہیں کرتا اور لوگوں کی نگاہ میں عزت و آبرو کو حاصل کرنے کی خواہش نہیں کرتا اور پھر وہ اپنی عمر کو بے ہودہ اور فضول چیزوں میں خرچ نہیں کرتا، جو کچھ بیان کیا گیا وہ تو ابھی تقویٰ و پرہیز گاری کا ابتدائی درجہ ہے جیسا کہ ارشادِ خُداوندی ہے:

:تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علواً فى الارض ولا فساداً والعاقبة للمتقين :(سورہ القصص: آیت ۸۳)

''اُخروی زندگی ہم نے ان لوگوں کے لئے قرار دی ہے جو زمین میں بلندی اور اقتدار کا نہ ہی ارادہ رکھتے ہیں اور نہ ہی فساد پھیلاتے ہیں اور اچھا انجام تو بس پرہیز گار اور متقیوں کے لئے ہے'':

:قلت يا ابا عبد الله اوصيى قال عليه السلام :اوصيك بتسعة اشياء ، فانها وصيّتى لمريد الطريق الى الله تعالىٰ والله تعالىٰ اسأل ان يوفقك لاستعماله ، ثلثة منها فى رياضة النفس وثلثة منها فى الحلم وثلثة منها فى العلم فا حفظها ، واياك والتهاون بها ، قال عنوان : ففرغت قلبى له ، وقال عليه السلام : اما اللواتى فى الرياضة ، فاياك ان تاكل ما لا تشتهيه فانه يورث الحماقة والبله ، ولا تاكل الا عند الجوع ، واذا اكلت فكل حلالاً وسم الله واذكر

حديث الرسول صلى الله عليه وآله وسلم: ماملأ آدمى وعاء شرامن بطنه : فان كان ولا بد ، فثلث لطعامه وثلث لشرابه وثلث لنفسه ، واما اللوائى فى الحلم : فمن قال لك ان قلت واحدة سمعت عشراً فقل : ان قلت عشراً ، لم تسمع واحدة ، ومن شتمك فقل له ان كنت صادقاً فى ماتقول فا سأل الله ان يغفر لى وان كنت كا ذبا فى ما تقول فاسأل الله ان يغفر لك ، ومن وعدك با لخنىٰ ، فعده بالنصيحة والدعاء ، واما اللواتى فى العلم فاسال العلماء ماجهلت ، واياك ان تسألهم تعنتا وتجربة ، واياك ان تعمل برأيك شيئاً ، وخذ بالاحتياط فى جميع ما تجد اليه سبيلاً ، واهرب من الفتوى كفرّك من الا سد ولاتجعل رقبتك للنا س جسراً ، قم عنى يا اباعبد الله فقد نصحت لك ولا تفسد علىّ وردى فانى امرء ضنين بنفسى:

''میں نے عرض کی: اے عبداللہ علیہ السلام کے والد گرامی مجھے وصیت فرمائیں امام علیہ السلام نے فرمایا: میں تجھے نو چیزوں کی وصیت کرتا ہوں اور یہ میری وصیت ہر اُس شخص کے لئے ہے جو خُدا تک پہنچنا چاہتا ہے اور میں خُدا سے چاہتا ہوں کہ وہ تجھے ان چیزوں پر عمل کرنے کی توفیق نصیب کرے، اس وصیت کے تین حصے ہیں پہلے حصے کا تعلق نفس کی اصلاح و تربیت سے ہے، دوسرے حصے کا تعلق حلم و بردباری سے ہے جب کہ آخری حصے کا تعلق علم کی دُنیا سے ہے ان چیزوں کو

خوب ذہن نشین کرو مبادا ان پر عمل کرنے سے سستی و کاہلی کرو،

عنوان بصریؒ کہتا ہے: میں نے اپنے دِل کو امام علیہ السلام کے فرمانِ ذیشان کو سننے کے لئے متوجہ کیا اور امام علیہ السلام کی نصیحتوں کو حفظ رکھنے کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ تین چیزیں جن کا تعلق نفس کی تربیت سے ہے یہ ہیں:

پہلی چیز یہ ہے کہ ایسی چیزیں جن کو کھانے کو دِل نہیں چاہتا! مزاج سے نامناسب چیز مت کھاؤ، کیونکہ دِل کو اچھی نہ لگنے والی چیزیں کھانے سے انسان کے اندر بے وقوفی پیدا ہوتی ہے اور دوسری چیز یہ ہے کہ اس وقت تک مت کھاؤ جب تک شرعی بھوک نہ لگے تیسری یہ ہے کہ جب کھانے لگو تو فقط حلال چیز کھاؤ اور خُدا کے نام سے آغاز کرو اور رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث کو ذہن میں رکھو جس میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "انسان نے پیٹ سے بدتر کوئی برتن نہیں بھرا"، جب کھانا کھانے لگو تو ایک حصہ معدہ کا کھانے سے پُر کرو اور ایک حصّہ پینے کے لئے رکھو اور تیسرا حصّہ سانس کے لئے رکھو،

اب رہیں وہ تین چیزیں جن کا تعلق حلم اور بردباری سے ہے، پہلی یہ ہے: کہ لڑائی اور جھگڑا سے ہمیشہ دُور رہو مثال کے طور پر اگر کوئی شخص تجھے یہ کہے کہ ایک کی دس سنو گے تو تُو اسے جواب میں کہے کہ تم دس کی مجھ سے ایک

بھی نہیں سنو گے، دوسری یہ ہے کہ اگر تجھے کوئی گالی دے تو تُو اسے کہہ کہ اگر تیری یہ بات سچی ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے! ورنہ میں خُدا سے چاہوں گا کہ خُدا تیرے اس جھوٹ کی وجہ سے تجھے معاف کر دے، اور تیسری یہ ہے کہ اگر کوئی تجھے ڈرائے دھمکائے تو تُو جواب میں اسے اچھی بات کی نصیحت کر اور اس کے لئے دُعائے خیر کرو،

آخر میں وہ تین چیزیں جن کا علم سے تعلق ہے پہلی یہ کہ علماء سے ان چیزوں کے بارے میں سوال کرو جن سے تم جاہل ہو اور دیکھنا کہ علماء کا امتحان لینے یا تجربہ کے لئے ان سے سوال مت کرو اور ایسا بھی نہ ہو کہ اپنی رائے پر عمل کرنے لگو، دوسرا یہ کہ ہمیشہ ہر معاملے میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دو اور فتویٰ دینے سے ایسے بھاگو جس طرح شیر سے بھاگا جاتا ہے اور تیسرا یہ کہ اپنی گردن کو لوگوں کے لئے پُل قرار نہ دو کہ لوگ آپ کو استعمال کرنے لگیں،

آخر میں حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ابو عبداللہ اُٹھو اور جاؤ در حقیقت میں نے تجھے نصیحت کر دی اب میرے وقت میں خلل پیدا نہ کرو جو میرے اذکار میں رکاوٹ کا باعث بنے کیونکہ میری زندگی کا اپنا نظم وضبط ہے،

والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ

تمّت بالخیر

محمد صادق حیدری

العبد الفقیر الی الحق الغنی

